ششماہی علوم القرآن، علی گڑھ، ۲/۲۵، جولائی - دسمبر ۲۰۱۰ء

برصغیر ہندو پاک میں قرآن مجید کے انگریزی تراجم اور تفاسیر ☆

عبدالرحیم قدوائی

متعدد اسباب اور عوامل کے پیش نظر برصغیر ہند و پاک میں قرآن مجید کے انگریزی تراجم کی روایت کا مطالعہ بہت اہم اور چشم کشا ہے۔ یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ برصغیر ہی نے اس علمی روایت کو مالا مال کیا اور اسے نئی جہات بخشیں۔ اس درخشاں روایت کے نقد ونظر سے قبل البتہ یہ مناسب ہوگا کہ انگریزی زبان میں قرآن مجید کے ترجمے کی روایت کا سرسری جائزہ لیا جائے تاکہ اس خطے کے تراجم کی بہتر قدر شناسی ہو۔

انگریزی میں تراجم قرآن کی روایت صرف ایک علمی سرگرمی کا نام نہیں بلکہ یہ صدیوں کو محیط بین المذہبی مکالمے اور مناظرے، تقابلِ ادیان، ثقافتی تاریخ اور دور حاضر میں اسلام کی دعوت اور احیاء کی بھی مظہر ہے۔ بدقسمتی سے اس روایت کا آغاز ایک علمی کارِ عظیم کے طور پر نہیں ہوا بلکہ اس کے پس پشت مذہبی عناد اور تعصب موجزن تھا۔ دراصل انگریزی کے مولد اور وطن انگلستان اور پورے یورپ میں اسلام کا ابتدائی تعارف عملاً ایک دشمن اور حریف کے طور پر ہوا۔ مغرب کا اولاً تجربہ اسلام کے بارے میں یہ رہا کہ یہ نیا مذہب اپنی اخلاقی، روحانی، تمدنی، مادی اور عسکری برتری کی بناء پر یورپ کے اردگرد اور ہر جگہ اپنا اقتدار قائم کر رہا تھا۔ اس کی حیثیت بلاشبہہ فاتحِ عالم کی تھی۔ اہل یورپ، بالخصوص

☆ ان تراجم قرآن کی فہرست زمانی اعتبار سے ضمیمہ اوّل اور مسلکی /گروہی/فکری اعتبار سے ضمیمہ دوم میں درج ہے۔ اس مقالے کے کچھ اجزاء مقالہ نگار کے مضمون ''انگریزی تراجم قرآن مجید: ایک تنقیدی جائزہ'' فکر ونظر علی گڑھ ۲:۳۶ (۱۹۹۹ء) میں شائع ہو چکے ہیں۔ موجودہ مقالے میں ان اجزاء پر نظر ثانی کی گئی ہے۔

ان کے ارباب حل وعقد اور کلیسا کو یہ خطرہ ہمہ وقت تھا کہ اسلام کا اگلا ہدف عیسائیت اور یورپ ہوں گے۔ لہٰذا انہوں نے یہ حکمت عملی وضع کی جو جارحانہ بھی تھی اور مدافعانہ بھی، یعنی اسلام کی تصویر ایسی مسخ کر کے پیش کی جائے کہ اہل یورپ کے لئے اس میں کوئی کشش نہ رہے اور اس کا مطلق کوئی امکان نہ رہے کہ یورپ کا کوئی باشندہ اسلام کی جانب راغب ہو۔ تعصب اور نفرت کے ان ہی جذبات کا ایک مظہر صلیبی جنگیں (۱۰۹۶ء سے ۱۲۷۱ء تک) بھی ہیں جن کا مقصد اسلام اور مسلمانوں کے خلاف عصبیت کو قومی نفسیات میں راسخ کرنا تھا۔

اس نکتے کی وضاحت انگریزی میں ترجمۂ قرآن کی ابتداء اور مغرب میں اس کی تقریباً چار سو سال قدیم روایت سے ہوتی ہے کیونکہ بیشتر غیر مسلم انگریزی مترجمین قرآن کا باضابطہ تعلق کلیسا سے رہا ہے، متعدد مترجم کلیسا کے عہدے دار تھے۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے:

قرآن مجید کے اولین یورپی مترجم Robert of Ketton ہیں جو بمقام Ramplona کلیسا میں Archdeacon کے منصب پر فائز تھے۔ یہ ترجمہ انہوں نے فرانسیسی راہب اور مقام Cluny کے Abbot کے عہدے پر مسند نشین پیٹر Peter (۱۰۵۰ء سے ۱۱۱۵ء) کے حکم پر کیا تھا۔ پیٹر کی شعلہ بیان اور نفرت انگیز تقاریر کے باعث ہی پہلی صلیبی جنگ بھڑکی تھی۔ انہوں نے بہ نفس نفیس اس صلیبی لشکر کی قیادت کی تھی جس کا مقصود بیت المقدس کی بازیابی تھا۔ چونکہ ترکوں نے اس لشکر کو ترکی کی سرحد پر ہی زیر کر لیا تھا ان کو نامراد واپس ہونا پڑا۔ رابرٹ کا یہ ترجمہ لاطینی زبان میں ۱۱۴۳ء میں مکمل ہوا۔ چونکہ طباعت اس دور میں رائج نہ تھی اس کے قلمی نسخے زیر استعمال رہے۔ پہلی مرتبہ یہ ۱۵۴۳ء میں زیور طبع سے آراستہ ہوا۔ یہ ترجمہ اغلاط سے پُر اور ناقص ہے۔ جا بجا قرآنی آیات کے ترجمے ساقط ہیں۔ مزید ستم یہ کہ متنِ قرآن میں بعض محذوف یا بین السطور نکات کو مترجم نے اپنی ذاتی آراء کے مطابق بے محابا بیان کیا ہے اور قرآن کی انتہائی غلط ترجمانی کی ہے۔ بدقسمتی سے یہ ناقص اور بغض اور عناد سے مملو ترجمۂ قرآن عرصہ تک اہل

مغرب کے لئے اسلام اور قرآن کے ماخذ کے طور پر استعمال ہوتا رہا۔

دوسرا اہم ترجمہ لاطینی زبان میں Father Ludovic Marraci کا ہے جو ۱۶۹۸ء میں شائع ہوا[۲]۔ یہ کلیسا میں اہم منصب پر فائز ہونے کے علاوہ Pope Innocent XI کے دستِ راست بھی تھے۔ یہ دونوں لاطینی تراجم اس اعتبار سے اہم ہیں کہ ان کی اساس پر یوروپی زبانوں میں بعد میں تراجم رفتہ رفتہ شائع ہوئے۔

انگریزی کے اولین مترجم الیگزینڈر راس Alexandar Ross (۱۵۹۲ء-۱۶۵۴ء) ہوئے ہیں۔ یہ حکمراں وقت چارلس اول کے درباری پادری تھے اور مناظرہ بازی سے ان کو خاص شغف تھا۔ ہر چند کہ ان کی شہرت مذاہبِ عالم کے ماہر کی تھی ان کے علم و نظر کی کوتاہی بلکہ متعصّبانہ ذہن کا آئنہ دار ان کے ترجمۂ قرآن کا یہ گمراہ کن عنوان ہے:

The Alcoran of Mahomet, Translated out of Arabic for the satisfaction of all that desire to looking into the Turkish vanities.

راس کی تحقیق کے مطابق نہ صرف قرآن مجید [معاذ اللہ] حضور مقبولؐ کی تصنیف ہے بلکہ اسلام اور مسلمانوں کا تعلق صرف سلطنت عثمانیہ کے مذہب اور باشندوں سے ہے۔ ان کے ترجمۂ قرآن کے عنوان میں اسلام دشمنی کے صریح اظہار کے باوصف کونسل آف اسٹیٹ، انگلستان کو یہ خدشہ ہوا کہ عثمانی ترکوں کے بڑھتے ہوئے سیاسی اور عسکری اثر اور رسوخ کے باعث کہیں قرآن مجید انگلستان کے معاشرے میں کوئی مقام نہ حاصل کرے اس لئے ۲۱ / مارچ ۱۶۴۹ء کو اس ترجمۂ قرآن کی اشاعت پر پابندی عائد کردی گئی۔ اس خدشے کو رفع کرنے اور ترجمۂ قرآن کے پس پشت اپنے مذموم اغراض اور مقاصد کی وضاحت کے لئے راس نے اس تصنیف میں دو مقدموں کا اضافہ کیا جن کے عنوان سے ان کے مندرجات عکاس ہیں[۳]:

1. A Summary of the Religion of Turks (ترکوں کے مذہب کی تلخیص) اور

2. The Translator to the Christian Reader (مترجم کا پیام عیسائی قارئین کے نام)

ان دونوں مقدموں کا مرکزی موضوع یہ ہے کہ ترکوں کا مذہب محض ایک بدعت اور جعل ہے جس کے اثر ونفوذ کا انگلستان میں کوئی امکان نہیں اور اس کے ترجمے کا مقصد عیسائی قارئین کو اس باطل مذہب کے خلاف خبردار کرنا ہے۔ راس کا یہ بیان صفائی تسلیم کرلیا گیا اور بالآخر ۱۶۴۹ء میں یہ ترجمہ شائع ہوا[۴]۔ مناظرہ بازی سے قطع نظر یہ ترجمہ معمولی معیار پر بھی نہیں پورا اترتا۔ اولاً یہ Du Ryer کے فرانسیسی ترجمۂ قرآن (۱۶۴۷ء) کا ہو بہو انگریزی چربہ ہے[۵]، کیونکہ راس عربی سے مطلق ناواقف تھے۔ راس کی اس علمی خیانت کی مذمت ممتاز مستشرقین مثلاً ہنری سٹب، جارج سیل اور سموئیل زویمر نے کی ہے[۶]۔ حیرت اور عبرت کا مقام ہے کہ ایسا سطحی ترجمۂ قرآن تقریباً سو سال تک رائج رہا اور اس کے ۸ ایڈیشن شائع ہوئے۔

اگلے مترجم جارج سیل George Sale (۱۶۹۷ء-۱۷۳۶ء) ہیں۔ انہیں انجمن برائے فروغِ علمِ عیسائیت، لندن (Society for Promoting Christian Knowledge) نے بلاد اسلامیہ میں عیسائیت کی تبلیغ کے لئے عہد نامہ جدید (New Testament) کے عربی ترجمے پر مامور کیا تھا۔ اس سے فارغ ہونے کے بعد انہوں نے قرآن مجید پر اپنی توجہ مرکوز کی، ترجمۂ قرآن کے پس پشت ان کے معاندانہ اور مناظرانہ انداز فکر ان کے دیباچے کی ان سطور سے عیاں ہے: ''جو لوگ عیسائیت کے دشمن ہیں یا اس کی تعلیم سے بالکل ہی لاعلم ہیں وہی افراد اسلام جیسے کھلے ہوئے جعل سے متاثر ہوسکتے ہیں۔ لہٰذا یہ اشد ضروری ہے کہ اس جعل کا پردہ فاش کیا جائے۔ یہ امتیاز پروٹسٹنٹ فرقے کو حاصل ہے کہ اس نے قرآن کی تردید کی۔ مشیت الٰہی نے یہ اعزاز اس فرقے کے لئے مخصوص کردیا ہے''۔ اپنے دیباچے میں سیل نے اس حکمت عملی کا بھی تذکرہ کیا ہے جس پر کاربند رہ کر عیسائی مشنری مسلمانوں کو عیسائیت کی آغوش میں لانے میں کامران ہوسکتے ہیں۔ اس ترجمۂ قرآن کو غیر معمولی مقبولیت حاصل ہوئی۔ ۱۷۳۴ء میں شائع اس ترجمے کے ۱۶۰ سے زائد ایڈیشن شائع ہوئے جس میں ۷۰

امریکہ میں طبع ہوئے۔ ۱۹۵۰ء کے عشرے سے اس کی مقبولیت میں قدرے کمی آئی ہے۔ اس کا دیگر یورپی زبانوں میں بھی ترجمہ ہوا۔

راس کے برخلاف جارج سیل عربی کے ماہر تھے لیکن اسلام کے خلاف بغض و عناد نے ان کی آنکھوں پر ایسا پردہ ڈالا کہ وہ متعدد مقامات پر متنِ قرآن کے دانستہ غلط ترجمہ کے مرتکب ہوئے ہیں۔ مثلاً ''یا ایھا الناس '' کے معروف قرآنی خطاب کا ترجمہ انہوں نے ''اہل مکہ'' یا ''اہل عرب'' کر کے قرآن مجید کے آفاقی خطاب اور پیغام کو صرف خطۂ عرب تک محدود کرنے کی ناکام کوشش کی ہے۔ ترجمۂ قرآن کے ابتدائیہ کے طور پر سیل نے ایک مفصل مقدمہ بعنوان A Preliminary Discourse on Islam تحریر کیا ہے جو اسلام کو مسخ کرنے کی ایک دستاویز ہے۔ اپنے جامع تبصرے میں غلام سرور نے اس کے گمراہ کن مندرجات کا تعاقب کیا ہے ۔

اگلے قابلِ ذکر مترجم جان میڈوز راڈویل John Meadows Rodwell (۱۸۰۸ء-۱۹۰۰ء) مقام St. Ethelberga کے Rector کے منصب پر جلوہ افروز رہے۔ اسلام اور قرآن مجید کی حقانیت کی تردید میں انہوں نے اپنے پیش رو جارج سیل کے برعکس یہ حکمت عملی وضع کی کہ مسلمانوں کو تبدیلی مذہب اور عیسائیت پر آمادہ کرنے کے بجائے ان کے دل و دماغ کو قرآن مجید کے خلاف مسموم کیا جائے۔ ان کے مطالعہ قرآن کا بنیادی مفروضہ یہ ہے کہ اسلام کا فی نفسہٖ کوئی وجود نہیں وہ یہودیت اور عیسائیت سے ماخوذ ملغوبے سے زیادہ کچھ نہیں اور موجودہ مصحف قرآنی ترتیب اور تدوین کے لحاظ سے حد درجے ناقص ہے۔ وہ توقیفی ترتیب سور کے بجائے نزولی ترتیب پر یقین رکھتے ہیں اور اپنے اس مفروضے کو انہوں نے شد و مد کے ساتھ پیش کیا ہے۔ ہر چند کہ اپنے پیش رو سیل کی طرح وہ عربی سے بخوبی واقف تھے، ان کے فتنہ خیز ذہن نے قرآنی صیغۂ خطاب ''عبد'' کی یہ تشریح کی ہے چونکہ مکہ اور حجاز کے چند غلام ہی قرآن پر ایمان لائے تھے لہٰذا قرآن نے صرف انہیں ہی مخاطب کیا ہے۔ ان فاش غلطیوں کے باوصف اس ترجمۂ قرآن کے ۵۰ سے زائد ایڈیشن منظر عام پر آئے اور اہل مغرب کے

اسلام اور قرآن سے اجتناب اور اعراض میں اس نے اپنا کلیدی کردار ادا کیا ہے۔

کیمبرج یونیورسٹی کے شعبۂ عربی کے استاد ایڈورڈ ہنری پالمر Edward Henry Palmer (۱۸۴۰ء-۱۸۸۲ء) نے مشہور جرمن مستشرق میکس میولر کے علمی منصوبے مشرقی صحائف سماوی کے تراجم کے ذیل میں ۱۸۸۰ء میں قرآن مجید کا انگریزی میں ترجمہ کیا۔ اپنے جامع اور چشم کشا تبصرے میں ایک مستشرق A.R. Nykl نے اس ترجمۂ قرآن میں ۷۰ سے زائد سنگین غلطیوں کی نشاندہی کی ہے جو متن قرآن کو مسخ کرنے کے مترادف ہیں۸۔

اپنے پیش رو مترجمین کے برخلاف پالمر کا تعلق کلیسا سے نہ تھا البتہ وہ مصر میں برطانوی خفیہ جاسوسی ایجنسی کے کارپرداز کے طور پر تعینات تھے اور سازش میں ناکامی کی بناء پر مصر ہی میں قتل کردیئے گئے۔ اس ترجمۂ قرآن کی خود مغرب میں بھی پذیرائی نہیں ہوئی، اب تک اس کے کل ۲۳ ایڈیشن شائع ہوئے ہیں جن میں سے ۶ ہندوستان سے شائع ہوئے ہیں۔

اگلے اہم مترجم رچرڈ بیل Richard Bell (۱۸۷۶ء - ۱۹۵۲) مقام Wamphray کلیسا کے پادری تھے۔ عیسائیت اسلام اور عربی زبان میں اختصاص حاصل کرلینے کے بعد وہ ایڈنبرا یونیورسٹی، اسکاٹ لینڈ میں عربی کے استاد مقرر ہوئے۔ متن قرآن کی نزولی/ زمانی ترتیب کا جو شوشہ راڈویل نے چھوڑا تھا، بیل نے اس کی مضحکہ خیز حد تک توسیع کی۔ اپنے ترجمۂ قرآن میں انہوں نے تقریباً ہر قرآنی آیت کی تاریخِ نزول اپنے محدود اور ناقص علم کی بنیاد پر متعین کرنے کی کوشش کی ہے۔ ان کی رائے میں توقیفی ترتیب بالکل غلط اور تحریفات سے پُر ہے۔ ان کے ادّعا کی لے ایسی تند و تیز ہے کہ ان کے بقول سورۂ البقرہ کی آیات ۲۰۶، ۲۰۷ اور ۲۰۸ اصلاً یادداشت کے مرقع ہیں جو کسی غلط فہمی کی بنا پر متن قرآن میں شامل ہوگئے ہیں۔ کم وبیش ہر آیت قرآنی کی صحت کے بارے میں انہوں نے اسی انداز کی گہر افشانی کی ہے۔ ان کی اس دیدہ دلیری کی مذمت ان کے ہم عصر مستشرق الفریڈ گیوم نے ان الفاظ میں کی ہے:

''مجھے اس اعتراف میں کوئی باک نہیں کہ بیل نے متن قرآن کو اس بُری طرح مجروح کیا ہے کہ میں ان کا ترجمہ استعمال نہیں کرسکتا۔ محض اپنی ذاتی رائے کی بنیاد پر اور انتہائی موضوعی انداز میں آیات کی قطع وبرید کرنا اور بعض آیات کے نصف کو ساقط کردینا اور قرآنی فقروں کو متن سے خارج کردینا، متن کی تحلیل اور تنقید کے زمرے میں نہیں آتے۔ قارئین اس تاثر میں قطعاً حق بجانب ہوں گے کہ اس شخص (بیل) کے ہاں اعتدال اور توازن بالکل ہی مفقود ہیں۹۔''

۱۹۵۶ء میں عراقی نژاد یہودی نسیم جوزف داؤد Nessim Joseph Dawood (پ ۱۹۲۷ء) کا ترجمہ قرآن شائع ہوا۔ اس ترجمہ میں ان کا اسلام، سیرۃ طیبہ اور ابتدائی تاریخ اسلام سے متعلق مبسوط مقدمہ شامل ہے جس میں ان کا اس دعوی پر اصرار ہے کہ قرآن مجید بائیبل سے مستعار اور ماخوذ ہے۔ یہودی مترجم ہونے کے باعث ان کے غیظ وغضب کا اصل نشانہ سیرتِ طیبہ ہے۔ جابجا اس الزام کی تکرار ہے کہ آنحضرتؐ کے دور میں مدینہ کے یہودیوں پر بڑا ظلم وستم ڈھایا گیا۔ اسلام کو ایک جنگجو اور وحشی طرزِ حیات کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ ۱۹۹۰ء تک شائع اس کے متعدد ایڈیشن میں سورتوں کی توقیفی ترتیب مفقود تھی۔ ۱۹۹۱ء کے نظر ثانی شدہ ایڈیشن میں مسنون توقیفی ترتیب بحال کردی گئی ہے گو اس تبدیلی کا سبب بیان نہیں کیا گیا ہے البتہ اسلام اور آنحضرتؐ کے خلاف ہرزہ سرائی اس نظر ثانی شدہ ایڈیشن میں بھی بدستور موجود ہے۔ چونکہ یہ ترجمۂ قرآن انگریزی کے کامیاب تجارتی ناشر پنگوئین نے شائع کیا ہے، یہ مغرب میں کتب خانوں اور کتب فروشوں کے ہاں بکثرت دستیاب ہے۔ اس کے اب تک ۵۰ سے زائد ایڈیشن طبع ہوچکے ہیں۱۰۔

۱۹۵۷ء میں نامور مستشرق آرتھر جان آربیری Arthur John Arberry (۱۹۰۵ء- ۱۹۶۹ء) کا ترجمہ منظر عام آیا۔ یہ علوم اسلامیہ اور عربی اور فارسی زبان کے معروف عالم اور محقق ہوئے ہیں۔ آربیری کی یہ تصنیف مغرب میں قرآن مجید کے خلاف

معاندانہ روش سے خوشگوار انحراف کا درجہ رکھتی ہے۔ آربیری کلیسا سے متعلق نہ تھے، ان کا طرزِ فکر بھی مناظرے یا مجادلے کا نہیں بلکہ ان کے دیباچے میں قرآن مجید کے اعجاز اور اثر آفرینی کا اعتراف ہے۔ چونکہ یہ ترجمہ حواشی سے عاری ہے اس لئے ان کے ذہن اور اسلام کے بارے میں ان کے خیالات کا اظہار نہیں ملتا۔ البتہ یہ امر ناقابل توجیہہ اور حیرت انگیز ہے کہ برطانیہ کی ممتاز دانش گاہوں یعنی لندن اور کیمبرج یونیورسٹیوں میں عربی کے استاد کے منصب پر فائز ہونے کے علی الرغم ان کے ترجمے میں زبان و بیان کی بعض فاش غلطیاں ہیں بعض مقامات پر آیت کے اجزاء کا ترجمہ ساقط ہوگیا ہے۔ مجموعی اعتبار سے ان کی ترجمانی قرآن اطمینان بخش نہیں [۱۱]۔

اس تاریخی پس منظر میں برصغیر ہند و پاک میں مسلمان اہل قلم نے انگریزی ترجمۂ قرآن کا بیڑا اٹھایا۔ مذکورہ بالا مترجمین قرآن کے گمراہ کن اور اسلام دشمن تصانیف سے متاثر عیسائی مبلغوں اور اہل قلم نے انیسویں صدی کے برطانوی ہند و پاک میں اسلام اور قرآن کے خلاف بڑے پیانے پر مہم چھیڑ رکھی تھی۔ سیاسی میدان میں اس دور کے مسلمان ہزیمت خوردہ تھے اور وہ مغرب کی تہذیبی، فکری اور ثقافتی یلغار کی براہ راست زد میں تھے ان کا یہ خدشہ بجا تھا کہ مغربی تعلیم کے عام ہونے سے برطانوی حکومت اور عیسائی مشنری بتدریج مسلمانانِ ہند کو اسلام سے برگشتہ کردیں گے۔ اسی باعث مسلمانوں نے ابتداء میں مغربی تعلیم اور انگریزی زبان کی مخالفت کی اور سرسید احمد خاں (۱۸۱۸ء-۱۸۹۸ء) کو مغربی تعلیم کو مسلمانوں میں رائج کرنے کے اپنے اس مشن میں بہت رکاوٹیں پیش آئیں۔ یہ محض سرسید کا اخلاص اور استقلال تھا کہ وہ اپنی حیات میں اس مغالطہ کن تاثر کو دور کرنے میں بڑی حد تک کامیاب ہوئے کہ مغربی تعلیم سے آراستہ ہونے کے باوصف بھی مسلمان اسلام پر کاربند رہ سکتے ہیں۔ ان کی کاوش کا ثمرہ ہے کہ رفتہ رفتہ انگریزی زبان اور اس میں دستیاب گراں قدر ذخیرۂ علم مسلمانوں کی دسترس میں آگئے۔ صرف دو سو سالوں میں یہ حیرت انگیز تبدیلی ہوئی ہے کہ انگریزوں، مغرب، عیسائیت سے مخصوص اور ایک عرصے تک مسلمانوں میں معتوب انگریزی زبان اب لاکھوں مسلمانوں کی مادری

زبان ہے۔ اس کے عوامل مختلف اور متعدد ہیں مثلاً مغربی تعلیم کا عام رواج، مسلم ممالک پر برطانوی استعمار کا قبضہ اور بیسویں صدی کے نصف آخر میں دیار مغرب کی جانب ہند و پاک اور بنگلہ دیش کے لاکھوں مسلمانوں کی معاشی ہجرت۔

غرضیکہ انگلستان، امریکہ، آسٹریلیا، کناڈا اور جنوبی افریقہ وغیرہ نہ صرف لاکھوں مسلمانوں کے وطن ہیں بلکہ یہ انگریزی میں اسلامی مطبوعات اور انگریزی تراجم قرآن کے مرکز بھی ہیں ۔۱۹۸۰ء سے برصغیر کے مسلمان اہل قلم کے تراجم برصغیر کے بالمقابل مغربی ممالک میں کہیں زیادہ تعداد میں طبع اور فروخت ہوئے کہ انگریزی وہاں کے مسلمانوں کی مادری زبان ہے۔

برصغیر کے انگریزی تراجم قرآن کا نقطۂ آغاز انیسویں صدی کے برطانوی ہند و پاک برصغیر کی مخصوص صورتحال ہے۔ اپنی سیاسی اور عسکری فتح کے نشے میں چُور اور اپنی تہذیبی اور ثقافتی برتری کے قائل عیسائی مشنری بالخصوص اور انگریز اہل قلم بالعموم اسلام پر اعتراضات اور الزامات عائد کرنے میں سرگرم تھے۔ ان کا نشانہ خصوصی طور پر سیرۃ طیبہ اور قرآن مجید تھے تاکہ مسلمانان ہند اپنے دین کے بنیادی ماخذوں سے بدظن ہو جائیں[۱۲]۔ برصغیر کے اولین تراجم بنیادی طور پر ان اعتراضات کی تردید اور اسلام اور قرآن کے دفاع کی کاوش کا درخشاں باب ہیں۔ ان مسلمان اہل قلم پر یہ حقیقت عیاں تھی کہ اگر ان الزامات کا مسکت جواب نہ دیا گیا تو یہ مغربی تعلیم یافتہ مسلمانوں کے اسلام سے قطع تعلق پر منتج ہوگا۔

مسلم مترجمین قرآن

ابوالفضل (۱۸۶۵ء-۱۹۵۶ء)

اولین انگریزی مترجم قرآن ابوالفضل کوئی ممتاز عالم یا ماہر اسلامیات نہ تھے۔ ان کے ترجمہ میں بعض مقامات پر مستشرقین کے وارد کئے ہوئے اعتراضات کی بازگشت تک ملتی ہے مثلاً ان کا یہ مغالطہ آمیز اور صریحاً باطل خیال کہ قرآن مجید ایک کتاب نہیں بلکہ بنی نوع انسانیت کے نام حضور اکرمؐ کا خطاب اور پیغام ہے۔ رسالت کا صحیح مفہوم غالباً ان

پر واضح نہ تھا اور وہ قرآن مجید اور آنحضرتؐ کے مابین تعلق کے ادراک میں ناکام نظر آتے ہیں۔ ان کے اس جملے کی داد معاند اسلام اور مستشرق سیموئل زویمر نے دی ہے اور اس توقع کا اظہار کیا ہے کہ اس طرح مسلمانوں میں قرآن مجید کی متنی تنقید فروغ پائے گی جو ان کے مطابق مسلمانوں کے اعتقاد اور روایات سے وابستگی سے آزادی پر منتج ہوگی[۱۳]۔ ابوالفضل کے ترجمۂ قرآن میں بائبل اور قرآن مجید کے مابین موازنہ برائے نام ہے۔ یہ پہلو بھی غالباً ان کے محدود علم کی بناء پر ہے۔ مختصراً یہ ترجمۂ قرآن علمی اور فکری لحاظ سے اہم نہیں بلکہ صرف تاریخی اور زمانی اعتبار سے اہم ہے کہ یہ برصغیر کا اولین ترجمہ ایک مسلمان صاحبِ قلم کا نتیجۂ فکر ہے۔

حیرت دہلوی

عیسائی مشنریوں کی یلغار اور اسلام پر اعتراضات کے سرخیل مستشرقین سیل، راڈویل، پالمر اور ولیم میور کے ہفوات کے جواب میں حیرت دہلوی (م ۱۹۲۹ء) نے ۱۹۱۶ء میں ترجمۂ قرآن پیش کرنے کی سعادت حاصل کی۔ دیباچے میں یہ صراحت ہے کہ متعدد اہل علم کی مشترکہ اور اجتماعی کاوش ہے جس کو حیرت دہلوی نے مرتب اور شائع کیا[۱۴]۔ ان کے رفقاء کار کی کوئی مزید تفصیل درج نہیں۔ دیباچے میں مستشرقین کی تردید کے جو بلند بانگ دعوی کئے گئے ہیں یہ تصنیف ان کے حصول میں کامیاب نہیں جس کا بنیادی سبب مؤلفین کی اسلام اور استشراق کی روایت دونوں سے لاعلمی ہے۔ البتہ اپنے اعلیٰ مقصد، اخلاص نیت، خدمتِ اسلام کے قابل قدر محرک اور دینی حمیت کے نقطۂ نظر سے یہ ترجمہ سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ لیکن بحیثیت مجموعی اس کو ایک مبہم اور غیر متاثر کن خاکہ کہا جاسکتا ہے جس میں اصل مواد اور رنگ و روغن بعد کے مسلم مترجمین نے بحسن و خوبی فراہم کیا۔

عبدالماجد دریابادی (۱۸۹۲ء-۱۹۷۷ء)

اہل سنت والجماعت یا اہل جمہور کے نمائندے کے طور پر زمانی ترتیب کے لحاظ

سے اولین نام عبدالماجد دریابادی کا ہے۔ ۱۹۳۰ء اور ۱۹۴۰ء کے عشرے میں جب انہوں نے اس کارِ عظیم کا بیڑا اٹھایا اس وقت انگریزی میں محمد علی کا قادیانی، محمد مارماڈیوک پکتھال کا سرتا سر لفظی اور حواشی سے عاری، عبداللہ یوسف علی کا تجدد زدہ اور غلام سرور کا مجہول ترجمہ موجود تھا۔ ان میں سے کوئی بھی اہل جمہور کے عقائد اور مسلک کا ترجمان نہ تھا۔ دریابادی فلسفے میں بی.اے. کی ڈگری یافتہ اور مغرب کی علمی روایات بالخصوص بین المذاہبی مطالعات میں درک رکھتے تھے۔ عیسائی مشنریوں، مستشرقین اور مغربی تعلیم اور تہذیب کے پیدا کردہ فتنوں اور آزمائشوں کا مدلل اور مسکت جواب ان کے تفسیری حواشی کی امتیازی خصوصیت ہے، دورِ نوجوانی میں وہ خود الحاد کا شکار رہ چکے تھے لہٰذا انہیں جدید متشکک ذہن کا بخوبی اندازہ تھا اس کی تسلی اور تشفی کے لئے ان کے تفسیری حواشی اکسیر کا درجہ رکھتے ہیں۔ ان کی تصنیف کا دوسرا مابہ الامتیاز پہلو ان کا مذاہب عالم کا بصیرت افروز اور ایمان پرور تجزیہ ہے۔ ممتاز نومسلم مصنفہ مریم جمیلہ نے اپنی خودنوشت سوانح میں اعتراف کیا ہے کہ تلاش حق کے دور میں جب وہ مغربی تہذیب اور تمدن اور اپنے آبائی مذہب یہودیت سے متنفر تھیں، دریابادی کے ترجمۂ قرآن سے ان کو ہدایت نصیب ہوئی[۱۵]۔ تازہ ترین عصری، علمی اور فکری تحقیقات اور رجحانات سے بھرپور واقفیت اور قرآن مجید کی تشریح اور تعبیر میں ان سے استفادہ دریابادی کی تصنیف کا ایک مزید خوشگوار پہلو ہے اور اسی باعث یہ مغربی تعلیم یافتہ قارئین کے لئے نافع ہے[۱۶]۔

مغربی مآخذ علم سے براہ راست استفادہ کرتے ہوئے دریابادی نے اپنے تفسیری حواشی میں تازہ ترین تاریخی، جغرافیائی، اثری اور دیگر تحقیقات کا برمحل استعمال قرآن مجید کی حقانیت کو نمایاں کرنے کے لئے کیا ہے۔ مغربی اہل علم، بالخصوص نفسیات، فلسفہ اور اخلاقیات کے ماہرین کی آراء سے استنباط کرتے ہوئے انھوں نے قرآنی تعلیمات کے عین فطری ہونے کے نکتے کو اجاگر کیا جو ان کے پیش نظر قارئین یعنی مغربی تعلیمی اداروں سے فارغ مسلمانوں کے ایمان اور ایقان میں استحکام اور اضافے کا موجب ہوا۔ دریابادی نے مذاہب عالم بالخصوص بائبل کا تنقیدی اور بابصیرت مطالعہ کیا

تھا۔ اپنی تفسیر میں جابجا ان کے اس مذاہب عالم کے تقابلی مطالعے کا ثبوت ملتا ہے۔ بائبل کے اقتباسات پیش کرتے ہوئے انھوں نے قرآن مجید کی صداقت اور اعجاز کو اجاگر کیا ہے۔ ان کے تفسیری حواشی کا یہ مابہ الامتیاز پہلو بھی خدمت قرآنی کا ایک وقیع باب ہے۔ یہ صراحت غالبًا نامناسب نہ ہوگی کہ بائبل سے موازنے کی یہ خصوصیت مودودی کی شہرۂ آفاق تفسیر تفہیم القرآن میں بھی جلوہ گر ہے۔ دریابادی کی تفسیر سرمایۂ تفسیر اور جدید عصری علوم کا ایک خوشگوار گلدستہ ہے۔ وہ بیک وقت روایت کے امین اور محافظ بھی ہیں اور دور جدید کے مسائل کے شناور بھی۔ وہ ایک جانب مولانا اشرف علی تھانوی کے خوشہ چیں ہیں تو دوسری جانب مغربی فکر اور فلسفے سے آشنا اور آگاہ بھی۔

اپنے ترجمے میں انہوں نے یہ التزام کیا ہے کہ ان کے انگریزی ترجمے کی عبارت اصل عربی متن کے ایسی پابند رہے کہ الفاظ کی ترتیب، جملوں کی ساخت اور تراکیب کی بندش میں بھی دونوں عبارتیں یکساں رہیں بالفاظ دیگر زیر ترجمہ آیت قرآنی کی لغوی خصوصیات اس کے انگریزی ترجمے میں ہو بہو منعکس ہوں۔ یہ فکر یقیناً متن قرآن کے تئیں ان کے انتہائی احترام اور ترجمے کے باب میں ان کی غایت احتیاط کا مظہر ہے لیکن اس سے ترجمے کے فن کے تقاضے صحیح معنی میں پورے نہیں ہوتے۔ ترجمے کی کامیابی اور تاثیر کا راز صحت اور حسن بیان کے ساتھ اصل کے مفہوم اور معنیٰ کو مؤثر طور پر ادا کرنے میں ہے۔ الفاظ اور جملوں کے دروبست کی یکسانیت پر بے جا اصرار، عبارت میں تصنع اور آورد کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔ ترجمے میں اس انتہائی پابندی اور احتیاط کی مثال کے برعکس ایک دوسرا طریقہ آزاد ترجمانی کا ہے جو عبداللہ یوسف علی اور مودودی کے تراجم میں مستعمل ہے۔ وہ زیر ترجمہ آیت کے مفہوم کو اپنے الفاظ میں واضح ترین اور قابل تفہیم انداز میں پیش کرنے کے قائل ہیں۔ عربی سے ناواقف انگریزی تراجم کے قارئین کے لئے مؤخر الذکر طریقہ نسبتاً زیادہ مفید ہے البتہ آزاد ترجمانی کے باب میں یہ احتیاط لازم ہے کہ ترجمے کی عبارت میں غیر قرآنی مواد کی آمیزش کم سے کم ہو۔

ہر چند کہ دریابادی نے اپنا ترجمہ ۱۹۴۰ء میں مکمل کرلیا تھا اس کی اشاعت غیر

معمولی تاخیر سے اور محدود پیانے پر ہوئی، اس کا پہلا ایڈیشن ۱۹۵۷ء میں لاہور، پاکستان سے طبع ہوا پھر ۱۹۸۵ء میں اس کا مفصل نظر ثانی شدہ ایڈیشن لکھنؤ سے شائع ہوا۔ اس کا ایک ملخص ایڈیشن ۲۰۰۱ء میں انگلستان سے شائع ہوا جس کی اشاعت ۲۰۰۶ء میں لکھنؤ سے بھی ہوئی۔ اس کی اشاعت میں غیر معمولی تاخیر کے باعث اس کا اپنا جائز مقام نہ ملا، عصری تحقیقات پر مبنی اس کے بعض حواشی نظر ثانی کے محتاج ہیں۔

عبدالرحمٰن طارق اور ضیاء الدین احمد گیلانی

ان مترجمین کے سوانحی حالات دستیاب نہیں ہیں صرف یہ امر یقینی ہے کہ ان کا دورِ تصنیف ۱۹۶۰ء کا عشرہ ہے۔ اس ترجمے کا آغاز ۱۹۶۳ء میں ہوا اور ۱۹۶۶ء میں دو جلدوں پر مشتمل اس ترجمۂ قرآن کی اشاعت عمل میں آئی۔ اس کا صرف ایک ہی ایڈیشن لاہور سے شائع ہوا[۱]۔ چونکہ اس ترجمۂ قرآن میں حواشی برائے نام ہیں لہٰذا ان کے مسلک اور فکر کے بارے میں کوئی داخلی شہادت نہیں ملتی۔ ترجمے کے مطالعے سے یہ تاثر ضرور پیدا ہوتا ہے کہ یہ اہل جمہور کے عقائد پر کاربند ہیں۔ زبان و بیان کے لحاظ سے یہ تصنیف غیر معیاری ہے۔ مترجمین کی انگریزی زبان سے واقفیت غالباً واجبی تھی، مزید برآں وہ علمی محاورۂ بیان پر بھی قادر نہیں۔ لہٰذا یہ کچھ ایسا عجب نہیں کہ یہ ترجمۂ قرآن گمنامی کے پردے میں گویا معدوم ہے۔

سید عبداللطیف (م ۱۹۷۵ء)

سید عبداللطیف کا تعلق حیدرآباد دکن سے ہے۔ انہوں نے ۱۹۲۴ء میں لندن یونیورسٹی سے انگریزی میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی۔ ان کی شہرت اصلاً اس بناء پر ہے کہ انہوں نے ابوالکلام آزاد کے نامکمل اردو ترجمہ و تفسیر قرآن ترجمان القرآن کو انگریزی قالب میں پیش کیا۔ چونکہ اس مقالے میں صرف مکمل تراجم ہی کا جائزہ پیش ہے اس لئے ترجمان القرآن کے انگریزی ترجمے کے محاکمے کا یہ محل نہیں۔ سید

عبداللطیف نے خود اپنا انگریزی ترجمہ قرآن بھی پیش کرنے کی بھی سعادت حاصل کی۔ یہ ترجمہ قبول عام نہیں حاصل کر سکا۔ اس کے صرف ایک ایڈیشن کا سراغ ملتا ہے۱۸ا۔ اس ترجمے کا امتیازی پہلو یہ ہے کہ آیت بہ آیت ترجمے کے بجائے پورے جملے یا پیراگراف کے مفہوم کی ترجمانی تسلسل کے ساتھ کی گئی ہے۔ یہ طرز عبارت انگریزی قارئین کے لئے زیادہ مانوس اور قابل فہم ہے۔ اس آزاد ترجمانی میں البتہ مترجم نے جابجا اپنے الفاظ اور ذاتی آراء شامل کردیئے ہیں جس کے باعث یہ ترجمہ مستند یا قابل اعتبار نہیں ہے۔ غالباً اس کی غیر مقبولیت کی یہی وجہ بھی ہو۔ ہر چند کہ سید عبداللطیف کا یہ جذبہ قابل قدر ہے کہ قرآن مجید کے پیغام کو عام فہم انداز میں پیش کیا جائے لیکن ترجمے کے اصول اور ضوابط کی پابندی لازم ہے۔ مزید برآں اسلامی ماخذ سے کماحقہٗ واقف نہ ہونے کے باعث وہ قرآن مجید کے پیغام کی صحیح ترجمانی میں ناکام نظر آتے ہیں۔

پیر صلاح الدین (پ ۱۹۱۵ء)

پیر صلاح الدین کا تعلق مشرقی پنجاب پاکستان سے ہے۔ وہ قانون کے طالب علم رہے اور پھر پاکستان کی سول سروس کے عہدے دار منتخب ہوئے۔ قرآن مجید اور سیرۃ طیبہ پر ان کی انگریزی اور اردو میں تصانیف اسلام سے ان کے قلبی تعلق کی آئینہ دار ہیں۔ ان کا ترجمۂ قرآن پاکستان کے ایک غیر معروف مقام امین آباد سے ۱۹۷۱ء میں شائع ہوا۱۹ا، اور صرف یہی ایک ایڈیشن زیورِ طبع سے آراستہ ہوا۔ یہ ترجمہ گمنام رہا۔ امر واقعہ یہ ہے کہ اس ترجمے میں کوئی قابل ذکر خصوصیت نہیں ہے۔ حواشی میں پیر صلاح الدین نے جابجا عربی تفاسیر کے اقتباسات درج کردیئے ہیں۔ انگریزی داں قارئین سے یہ توقع عبث ہے کہ ان کی عربی کی استعداد اس معیار کی ہوگی کہ وہ کلاسیکی تفاسیر کی عبارتیں اصل عربی میں پڑھ اور سمجھ سکیں۔ اس ناقابل توجیہہ خامی سے قطع نظر پیر صلاح الدین ایک حد تک قرآن مجید کے پیغام اور معنی کی ترسیل میں کامیاب رہے۔ اپنے دیباچے میں انہوں نے قرآن کے اعجاز اور لاثانی اسلوب کو نمایاں کیا ہے اور کسی بھی زبان میں اس کو منتقل

کرنے میں شدید دشواریوں کا بجا طور پر ذکر کیا ہے۔ امورِ غیب مثلاً جنت دوزخ کے کوائف پر انہوں نے مفصل بحث کی ہے گو وہ اسے کوئی خاص رخ دینے یا اس سے نتائج برآمد کرنے سے قاصر نظر آتے ہیں۔ معیاری عربی تفاسیر سے ان کی واقفیت یقیناً قابلِ تحسین ہے لیکن ان کے اس علم سے انگریزی داں قارئین کوئی استفادہ نہیں کر پائے۔ مختصراً اس ترجمۂ قرآن کا کوئی کھلا ہوا قابل اعتراض پہلو نہیں لیکن اس کی کوئی امتیازی خصوصیت بھی متاثر نہیں کرتی۔

سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ (۱۹۰۳ء-۱۹۷۹ء)

سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے اپنا علمی سفر بطور صحافی شروع کیا لیکن نوجوانی ہی میں اپنی اولین تصنیف الجہاد فی الاسلام کی بنیاد پر برصغیر میں متکلمِ اسلام کا مقام حاصل کرلیا۔ جماعت اسلامی کے بانی اور قائد کی حیثیت سے آپ نے برصغیر بلکہ عالم اسلام میں علمی اور فکری انقلاب بپا کردیا۔ ان کی شہرۂ آفاق ترجمہ اور تفسیر قرآن تفہیم القرآن اردو میں ۱۹۷۲ء میں ۶ ضخیم جلدوں میں منظر عام پر آئی۔ اس کا انگریزی ترجمہ البتہ ۱۹۸۷ء میں پایۂ تکمیل تک پہنچا جو کہ پاکستان سے شائع ہوا۔ اس کے متعدد ایڈیشن اس کی غیر معمولی مقبولیت پر دال ہیں گو کہ پاکستان سے شائع اس انگریزی ترجمے کی زبان معیاری نہیں ہے۔ اسی باعث تفہیم کے ایک نئے انگریزی ترجمے کی اشاعت انگلستان کے موقر علمی اور تحقیقی ادارے اسلامک فاؤنڈیشن سے ہنوز جاری ہے۔ یہ امر افسوس ناک ہے کہ اس نئے ترجمے کی اشاعت میں بھی غیر معمولی تاخیر ہورہی ہے اور اب تک کل ۸ جلدیں (سورۃ حم السجدہ) تک شائع ہوئی ہیں۔ تفہیم کے ملخص ایڈیشن کا انگریزی ترجمہ اسی ادارے کے زیر اہتمام بڑے آب و تاب سے ۲۰۰۶ء میں شائع ہو چکا ہے[۲۰]۔

تفہیم القرآن کے ضمن میں سید مودودی کا اصل کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے عام قارئین کی ذہنی سطح کو مدنظر رکھتے ہوئے پیغام الٰہی کی مؤثر اور جامع ترجمانی بحسن وخوبی کی یہی وجہ ہے کہ ان کا ترجمہ لفظی یا آیت بہ آیت نہیں بلکہ معنی کے لحاظ سے قرآن مجید

کے مفہوم کی ترجمانی کی ہے۔ان کے تشریحی حواشی مفصل بھی ہیں اور بصیرت افروز بھی، گو بعض مقامات مثلاً سورۃ النور کی تشریح میں فقہی جزئیات اتنی طویل ہیں کہ قاری اس سے اکتاہٹ محسوس کرتا ہے۔ تفصیلی احکام کے لئے متعلقہ فقہی کتب کے ابواب کا حوالہ کافی ہوتا۔

دور جدید کے فتنوں بالخصوص تجدد کے خلاف ان کے دلائل محکم اور دل نشین ہیں۔ مذاہب کے تقابلی مطالعے اور عصری تحقیقات کی روشنی میں بھی انہوں نے قرآنی تعلیمات کی حقانیت کا بھرپور اثبات کیا ہے۔ان کے حواشی اسلام کوایک جامع طرز حیات کے طور پر اجاگر کرنے میں بہت کامیاب ہیں اور مغربی تعلیم یافتہ طبقے کے شکوک کو دور کرنے میں کارگر ہیں۔ان کے تفسیری حواشی کے مطالعے سے اسلام پر ایمان اور ایقان میں اضافہ ہوتا ہے۔

البتہ پاکستان کی روزمرہ کی سیاست میں جماعت اسلامی، پاکستان کے ملوث ہونے کے باعث ان کی تفسیر مخالف سیاسی اور مسلکی حلقوں میں مطعون اور ناقابل قبول ہے جوملتِ اسلامیہ کی گروہی عصبیت کا ایک المناک باب ہے۔ بہرکیف اس امر میں کوئی شبہہ نہیں کہ تفہیم القرآن نے قرآن فہمی اور اسلام کے دور جدید میں جامع تعارف کا دشوار فریضہ احسن طور پر انجام دیا ہے۔اس حقیقت کو جماعت اسلامی کے مخالفین البتہ مطلق نظر انداز کردیتے ہیں۔

محمود الحسن (۱۸۵۱ء-۱۹۲۰ء) اور شبیر احمد عثمانی (۱۸۸۷ء-۱۹۴۹ء)

یہ ترجمہ اور تفسیر قرآن نامور دیو بندی عالمِ دین محمود الحسن اور ان کے لائق اور فاضل شاگرد شبیر احمد عثمانی کی مشترکہ کاوش ہے جس میں ترجمہ اول الذکر اور تفسیری حواشی مؤخر الذکر کے قلم سے ہیں ۔ اس کا انگریزی ترجمہ محمد اشفاق حسین (پ ۱۹۳۱ء) نے انجام دیا جو ۱۹۹۱ء میں منظر عام پر آیا[۲۱]۔ اب تک اس کے ۳ ایڈیشن شائع ہوئے ہیں، اصل اردو میں یہ تصنیف بہت زیادہ مقبول ہے۔

اس تصنیف کی اہمیت اس نکتے میں مضمر ہے کہ یہ دیو بندی مسلک کی نمائندہ

ہے۔ اس کے تفسیری حواشی مستند مآخذ بالخصوص شاہ عبدالقادر کی تفسیر "موضح القرآن" پر مبنی ہیں۔ اس انگریزی ترجمۂ قرآن کی پذیرائی ایک حد تک انگلستان اور امریکہ میں ہوئی جہاں برصغیر کے مسلمان معاشی مہاجرین لاکھوں کی تعداد میں مقیم ہیں اور جن کی نوجوان نسل کی اصل زبان انگریزی ہے۔ علمائے دیوبند سے ارادت کے پیش نظر ان مسلم والدین کی یہ خوش عقیدگی ہے کہ ان نامور علمائے دیوبند کی یہ تصنیف ان کی اولاد در اولاد کی دینی اور ذہنی تربیت کا فریضہ انجام دے گی۔ اس حسن ظن کے علی الرغم حقیقت یہ ہے کہ اپنے زمانۂ تصنیف یعنی آج سے تقریباً ایک صدی قبل اور اس دور کے غیر منقسم برطانوی ہندوستان میں یہ تصنیف یقیناً بڑی قدر و قیمت کی حامل تھی لیکن حالات اور ظروف میں انقلابی تبدیلیوں کے باعث دیارِ فرنگ میں پروان چڑھے ان نوجوان مسلم قارئین کے ذہنی اور علمی تقاضے بہت بڑی حد تک مختلف ہیں۔ ہر چند کہ یہ ترجمہ و تفسیر قرآن پیغام الٰہی کی حقانیت اور ابدیت کو نمایاں کرنے میں خاصی کامیاب ہے لیکن طرز استدلال، محاورۂ بیان اور ذہنی اور علمی سطح کے مختلف معیار کے باعث ایک صدی قدیم یہ تصنیف آج کے قارئین کے لئے زیادہ سودمند اور کارگر نہیں۔

اس انگریزی ترجمہ کا ایک عجیب اور افسوسناک پہلو یہ ہے کہ انگریزی مترجم نے جابجا اپنے حواشی بھی اس میں داخل کر دیئے ہیں۔ ان کے بعض حواشی ۱۹۹۰ء کے عشرے کی پاکستانی سیاست اور اس دور کے حکمرانوں سے متعلق ہیں۔ ایک صدی قبل کی اس تصنیف میں یہ دخل در معقولات قارئین کے لئے انتشار ذہنی کا باعث ہے۔ فی نفسہٖ تفسیر قرآن میں حاکم وقت کے تذکرہ سے گریز کرنا چاہیئے، قطع نظر اس سے کہ یہ ذکرِ خیر ہو یا ذکرِ بد۔

متجددین اور معذرت خواہانہ طرز فکر کے حاملین

اہل جمہور کے نقطۂ نظر کو پیش نظر کرنے کے برعکس بعض مترجمین نے تفسیر بالرائے کا بھی ارتکاب کیا ہے اور منشائے الٰہی کو اپنی ذاتی آراء کا پابند بنانے کی جسارت کی ہے۔

ان کے خیالات مسلمہ عقائد، مستند احادیث اور صدیوں کو محیط اجماع امت سے صریحاً متصادم ہیں جن کی تاویل دشوار ہے۔ اس گروہ کے نمائندہ انگریزی مترجمین درج ذیل ہیں:

عبداللہ یوسف علی (۱۸۷۲ء-۱۹۵۳ء)

مقبول ترین انگریزی مترجمِ قرآن عبداللہ یوسف علی نے مغربی دانشگاہوں سے اعلیٰ تعلیم حاصل کی اور برطانوی ہند کی مایۂ ناز سول سروس کے عہدے دار منتخب ہوئے۔ ان کے انگریزی ترجمہ وتفسیرِ قرآن کی جلد اول ۱۹۳۴ء میں منظر عام پر آئی اور ۱۹۳۷ء میں یہ تصنیف پایۂ تکمیل کو پہنچی۔ اس ترجمۂ قرآن کو سب سے کثیر الاشاعت ترجمہ ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔ اس کے اب تک ۲۰۰ سے زائد ایڈیشن دنیا کے مختلف ممالک سے طبع ہو چکے ہیں[۲۲]۔ ۱۹۷۰ء اور ۱۹۸۰ء کے عشروں میں سعودی عرب کے سفارت خانوں کے ذریعہ اس کے نسخے مفت ہدیہ کیے جاتے رہے۔

اپنے ترجمے میں عبداللہ یوسف علی نے لفظی ترجمے کے بجائے آزاد ترجمانی کا اہتمام کیا ہے جس کے نتیجے میں ان کا ترجمہ نسبتاً زیادہ سلیس اور رواں ہے۔ ان کو انگریزی زبان و بیان پر غیر معمولی دسترس حاصل تھی اس اعتبار سے بھی یہ ترجمہ دیگر تراجم سے فائق ہے البتہ ان کے زمانے کی اور آج سے تقریباً ۸۰ سال قبل کی مرصع نثر اب بڑی حد تک متروک اور غیر مانوس ہو چکی ہے اور عام قارئین کو ان کی مقفی زبان کے افہام اور تفہیم میں دشواری پیش آتی ہے۔ مفصل حواشی ان کی تصنیف کا ایک اور امتیازی پہلو ہیں جن میں قرآن مجید کے مافی الضمیر کو انھوں نے واضح طور پر پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ ان تمام محاسن کے باوصف ان کا ترجمۂ قرآن بلکہ ان کے متعدد تفسیری حواشی اہل السنّت والجماعت کے عقائد کے ترجمان نہیں بلکہ ان کو مجروح اور مسخ کرنے کے مرادف ہیں۔ مثال کے طور پر انہوں نے معجزات جنت اور دوزخ کے کوائف اور دیگر امورِ غیب کی تاویل بطور استعارہ، تمثیل اور علائم کی ہے۔ ان کی اس تجدد زدگی کے پیش نظر دار الافتاء، وزارت مذہبی امور، سعودی عرب نے ماہرین پر مشتمل ایک کمیٹی تشکیل دی جس نے اس ترجمۂ و

تفسیر قرآن پر بھرپور نظر ثانی کی اور ۱۹۸۹ء میں یہ نظر ثانی شدہ ایڈیشن منظر عام پر آیا اور اب عموماً یہی رائج ہے۔ نظر ثانی کے طور پر یوسف علی کے سینکڑوں قابل اعتراض حواشی اور نصف درجن ضمیمے حذف کردیئے گئے ہیں[۲۳]۔ بہرکیف اس ترجمے کی اپنی تاریخی اہمیت ہے۔

ہاشم امیر علی

ہاشم امیر علی کا تصنیفی دور ۱۹۷۰ء کا عشرہ ہے۔ ان کے سوانحی حالات گویا مفقود ہیں۔ اپنے دیباچے میں انھوں نے اپنا تعارف قرآن مجید کے ایک غیر معروف مترجم ابوالفضل (۱۸۶۵ء-۱۹۵۶ء) کے شاگرد کی حیثیت سے کرایا ہے۔ ہاشم امیر علی کے ترجمۂ قرآن کا صرف ایک ایڈیشن شائع ہوا[۲۴]۔

چونکہ اس ترجمے میں حواشی سرے سے موجود نہیں اس لئے مترجم کے مسلک اور مکتبۂ فکر کا صحیح اندازہ نہیں ہوتا۔ ان کے ترجمۂ قرآن کا واحد، گونا قابل قبول پہلو ان کے متنِ قرآن کی از سر نو ترتیب ہے۔ ان کی دانست میں متن قرآن کو پانچ کتب میں اس طرح مدوّن کرنا چاہیئے:

(۱) کتاب اول: سورہ الفاتحہ (۲) کتاب الروح: ۱۸ اولین مکّی سورتیں (۳) کتاب الھدی: ۳۶ ابتدائی مکّی سورتیں (۴) الکتاب: ۲۶ آخر مکّی دور کی سورتیں (۵) المیزان: ۲۴ مدنی سورتیں۔

ان کی رائے میں اس ترتیب نو سے پیغام قرآن کی تفہیم اور ترسیل میں سہولت ہوتی ہے۔ وہ حضورؐ مقبول سے ثابت توقیفی ترتیب قرآن کو نظر انداز کرتے ہیں جس کی صحت اور حجیت پر ہمیشہ اجماعِ امت رہا ہے۔ متنِ قرآن کی ترتیب نو اصلاً مستشرقین کا شوشہ ہے جس کی مثال راڈویل اور بیل کے تراجم میں ملتی ہے۔ غالباً مستشرقین کے اسی نقطۂ نظر سے متاثر ہوکر انھوں نے از سر نو ترتیب کی لاحاصل کوشش کی جس کی امت مسلمہ نے کوئی پذیرائی نہ کی۔

احمد علی (۱۹۰۸ء-۱۹۹۴ء)

احمد علی نے اصلاً شہرت بطور اردو اور انگریزی ناول نگار حاصل کی۔ ۱۹۴۰ء کے عشرے میں ان کے مرتب کردہ افسانوں کا مجموعہ انگارے شائع ہوا جس میں اسلامی عقائد اور شعائر کو استہزاء اور مذمت کا نشانہ بنایا گیا ہے۔ بہ حیثیت ترقی پسند ادیب انھوں نے خاصی شہرت حاصل کی۔ ۱۹۸۴ء میں ان کا انگریزی ترجمۂ قرآن امریکہ کے پرنسٹن یونیورسٹی پریس سے شائع ہوا۔ اس کا طبع ثانی کا فریضہ مغرب کے ایک دوسرے معروف ناشر آکسفورڈ یونیورسٹی پریس نے انجام دیا جس سے احمد علی کے مغرب کے منظورِ نظر ہونے کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ اب تک اس کے ۱۲ ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۲۵۔

ان کے ترجمۂ قرآن کا عنوان Al-Quran : A Contemporary Translation ''قرآن مجید: ایک عصری ترجمہ'' ہے۔ درحقیقت عصری حسیت ان کے ذہن پر ایسی مستولی ہے کہ انھوں نے بنیادی اسلامی ماخذ کے بجائے عصری رجحانات اور نظریات سے متاثر ہو کر قرآن مجید کی تعبیر وتشریح کی نامناسب کوشش ہے اور پیغام الٰہی کو اپنی ذاتی آراء کا تابع بنادیا ہے۔ عورتوں کی شہادت، خواتین جنگی قیدیوں، باندیوں، تعدد ازدواج، مرد وزن کے مابین مساوات، معجزات اور امور غیب کی گمراہ کن تشریح اور توضیح میں وہ سید احمد خاں، محمد علی (قادیانی)، عبداللہ یوسف علی اور نومسلم محمد اسد جیسے شارحین قرآن کے ہم خیال ہیں۔ اسلامی فکر اور عقیدے کی گمراہ کن تعبیر کے علاوہ ان کا ترجمہ متن قرآن کی ترجمانی میں حذف اور اضافے کی بعض ناقابل معافی غلطیوں اور مغلق زبان کے استعمال سے بھی داغدار ہے۔

مسلکی/گروہی تراجم

احمد رضا خاں بریلوی (۱۸۵۶ء-۱۹۲۱ء)

احمد رضا خاں بریلوی اپنے مخصوص مسلکی عقائد اور افکار کی بناء پر برصغیر میں

بریلوی مسلک کے بانی کے طور پر معروف ہیں۔ ان کا اردو ترجمۂ قرآن کنز الایمان (۱۹۱۰ء) ان کے مسلک کا نمائندہ ہے۔ دیارِ مغرب میں مسلمانوں کے مقیم ہونے کے بعد اس مسلک کے پیروؤں نے اپنے نظریاتی دفاع اور اشاعت کے لئے اس کے انگریزی ترجمے کا اہتمام کیا۔ پہلا انگریزی ترجمہ حنیف اختر فاطمی قادری نوشاہی نے ۱۹۷۰ میں کیا جو کہ ورلڈ اسلامک مشن، برطانیہ نے شائع کیا۔ ۱۹۸۸ء میں مشہور پاکستانی بریلوی عالم شاہ فرید الحق نے اس کا نیا انگریزی ترجمہ پیش کیا جو زبان اور بیان کے لحاظ سے اپنے پیش رو سے فائق ہے۲۶۔

برطانوی ہندوستان میں مسلم تشخص کو خطرہ عیسائی مشنریوں اور اکثریتی ہندو فرقے دونوں کی جانب سے تھا۔ اس پس منظر میں احمد رضا خاں بریلوی نے مسلم تشخص کے بعض خارجی پہلوؤں کے اظہار پر اصرار کیا بتدریج اس اختلاف نے ایک علیحدہ مسلک کی شکل اختیار کر لی اور نوبت مناظرے بازی اور تکفیر تک پہنچی۔ دیوبندی/ بریلوی مسالک کا اختلاف ہماری حالیہ ملّی تاریخ کا ایک شرمناک باب ہے اور یہ آویزش بسا اوقات برصغیر اور دیار مغرب میں انتہائی تکلیف دہ صورت حال کے طور پر رونما ہوتی ہے۔ دونوں مسالک کے مابین ایک شدید متنازع فیہ مسئلہ آنحضرتؐ کی بشریت اور امورِ غیب پر آپؐ کے مطلع ہونے کا ہے۔ متعلقہ قرآنی آیات کی تفسیر میں احمد رضا خاں نے اپنے مخصوص نقطۂ نظر کو اجاگر کیا ہے اور اپنے مخالفین کو مطعون کیا ہے۔ بریلوی مسلک پر برصغیر کے مقامی غیر مسلم طرز فکر اور رسوم کا نمایاں اثر نظر آتا ہے۔

عبدالمجید اولاکھ

عبدالمجید اولاکھ (دور تصنیف ۱۹۹۰ء کا عشرہ) نے اپنے امریکہ قیام کے دوران تبلیغ اسلام کے لئے ایک نئے انگریزی ترجمۂ قرآن کی ضرورت کو محسوس کیا اور اپنا ترجمہ ۱۹۹۶ء میں پیش کیا۔ اس کے اب تک صرف ۲ ایڈیشن شائع ہوئے ہیں۔ اس ترجمے کے سرورق پر احمد رضا خاں بریلوی کے ترجمہ اور تفسیر کنز الایمان کا ذکر انتہائی عقیدت اور

احترام کے ساتھ کیا گیا ہے۔ اولاکھ کی تصنیف اردو اور انگریزی دونوں زبانوں میں تراجم پر مشتمل ہے۔ اردو ترجمہ احمد رضا خاں بریلوی کی کنز الایمان سے مستعار ہے جبکہ قرآن مجید کا انگریزی ترجمہ خود ان کی اپنی کاوش ہے[۲۷]۔ ان کے تفسیری حواشی اور ضمیموں میں مخصوص بریلوی عقائد اور احمد رضا خاں کی جلالتِ علمی کا اظہار جلی الفاظ میں ہے۔ مترجم اپنا مافی الضمیر انگریزی میں ادا کرنے سے بڑی حد تک قاصر ہیں اسی باعث یہ ترجمہ غیر معیاری اور زبان و بیان کی فاش غلطیوں سے عبارت ہے۔

شیعہ تراجم قرآن

سجاد وفا خانی میر احمد علی (م ۱۹۷۷ء)

سجاد وفا خانی میر احمد علی کو برصغیر کے اولین شیعہ مترجم قرآن ہونے کا امتیاز حاصل ہے گوکہ ان کے تفسیری حواشی ایک دوسرے شیعہ عالم آیت اللہ آقا مہدی پویا یزدی کے رشحاتِ قلم پر مشتمل ہیں۔ ۱۹۶۴ء میں یہ ترجمہ وتفسیر پہلی بار پاکستان سے طبع ہوا۔ اب تک اس کے کل ۱۰ ایڈیشن منظر عام پر آئے ہیں جن میں ۱۹۸۱ء کے بعد ۵ ایڈیشن امریکہ سے وہاں مقیم شیعہ حضرات کی دینی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے شائع ہوئے۔

میر احمد علی کا انگریزی ترجمہ بڑی حد تک محمد مار ماڈیوک پکتھال کے ترجمۂ قرآن (شائع شدہ ۱۹۳۰ء) سے مستعار ہے۔ یہ امر باعث افسوس ہے کہ میر احمد علی نے اپنے اس ماخذ کا حوالہ نہیں دیا۔ کلام الٰہی کی خدمت کے ذیل میں یہ علمی بددیانتی مزید قبیح ہے۔ اس ترجمۂ قرآن کے عنوان ہی میں اس کے شیعہ مسلک کے ترجمان ہونے کا اعلان ہے[۲۸]۔ یہ اظہار اس لحاظ سے بہتر ہے کہ ناواقف قارئین کو کوئی غلط فہمی نہ ہو۔ مخصوص شیعہ عقائد کی وضاحت، تاویل اور دفاع کے علاوہ اس تصنیف میں غیر شیعہ حضرات کی مذمت کی گئی ہے۔ تفسیری حواشی غدیر خم، علیؓ کی افضلیت، متعہ، ماہ محرم میں ماتم، تبرّی، تقیہ، اور شہادت حسینؓ جیسے مخصوص شیعہ عقائد اور افکار سے مملو ہیں اور شیعہ اسلام ہی کو اصل اسلام کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔

ایم.ایچ.شاکر

ایم.ایچ.شاکر (دور تصنیف ۱۹۷۰ء کا عشرہ) کا ترجمہ گو عام طور پر دستیاب ہے کہ اب تک اس کے ۴۳ ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں لیکن مترجم کے حالات کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ ان کے متعلق صرف یہ مصدقہ روایت ہے کہ انھوں نے اسماعیلی شیعہ پاکستانی عالم محمد علی حبیب (م ۱۹۵۹ء) کے غیر مطبوعہ ترجمہ قرآن کو مرتب اور مدون کیا تھا۔

اس ترجمہء قرآن کی اشاعت کی داستان حیرت انگیز ہے۔ اس کا پہلا اڈیشن ۱۹۶۸ء مین پاکستان سے شائع ہوا اور گوشۂ گمنامی میں پڑا رہا۔ انقلاب ایران کے بعد ۱۹۸۲ء سے اس کے متعدد ایڈیشن ایران اور امریکہ سے شائع ہو چکے ہیں اور سرکردہ شیعہ اداروں مثلاً محمدی ٹرسٹ، زہرا ٹرسٹ، عزاخانۂ زہرا، اہل البیت فاؤنڈیشن اور تحریک ترسیلِ قرآن، امریکہ نے اس کی طباعت اور وسیع پیمانے پر اشاعت کا فرض انجام دیا ہے۔ حیرت انگیز امر یہ ہے کہ سنّی ہندوستانی عالم دین وحید الدین خاں کے اشاعتی ادارے گڈورڈ، نئی دہلی سے بھی اس کے کئی ایڈیشن شائع ہوئے ہیں[۲۹]۔ اسی طرح اس کا یہ بھی تعجب خیز پہلو ہے کہ بعض ایڈیشنوں میں حواشی موجود ہیں اور بعض میں ندارد۔ تفسیری حواشی خالصتہً شیعہ مسلک کے نمائندہ ہیں۔ مترجم نے پورے وثوق کے ساتھ اعلان کیا ہے کہ قرآن مجید کی رو سے آنحضرتؐ کے جانشین صرف علیؓ ہیں۔ حسینؓ کے ہادی ہونے پر بھی اصرار ہے۔ ان کے مطابق صرف شیعہ ائمہ قرآن مجید کی تعبیر اور تشریح کے اہل ہیں۔ اپنے شیعہ عقائد کے اثبات میں مترجم نے دعویٰ یہاں تک کیا ہے کہ بائبل میں حسنؓ اور حسینؓ کی بعثت اور شہادت کی پیشن گوئی ملتی ہے۔ سورۂ المائدہ کی آیت ۳ میں اسلام کی تکمیل کا اعلانِ الٰہی ہے۔ مترجم نے اس کا انطباق غدیر خم اور علیؓ کی خلافتِ رسولؐ پر کیا ہے، اسی طرح ترکیب قرآنی ''ایام اللہ'' کو بارہ معصوم ائمہ کے یوم ولادت اور یوم وفات پر محمول کیا ہے۔

غرضیکہ یہ ترجمہ شیعہ عقائد کا بے باک اور بے محابا ترجمان ہے[۳۰]۔ اور اس ضمن

میں متن قرآنی کے سیاق اور سباق حتی کہ تاریخ سے اسے سروکار نہیں۔ مخصوص شیعہ نقطہ نظر کے مطالعے کے لئے بہرکیف یہ ایک اہم ترجمہ ہے۔

قادیانی تراجم قرآن

انگریزی تراجمِ قرآن کے میدان میں مستشرقین کے گمراہ کن تراجم کے علاوہ ایک دوسرا بڑا فتنہ قادیانی تراجم ہیں بلکہ اول الذکر کے بالمقابل یہ اس لحاظ سے مزید خطرناک اور پُر فریب ہیں کہ مترجم، ناشر وغیرہ کے نام مسلمانوں کے ہوتے ہیں مزید برآں قادیانیت کا ابتداء سے مشنری مزاج رہا ہے اور بیسویں صدی کے اوائل ہی سے قادیانی مراکز دیارِ مغرب میں برطانوی استعمار کی سرپرستی میں قائم ہوئے اور مغرب اور افریقہ کے دور دراز مقامات پر قادیانی انگریزی تراجم کی اشاعت اور تقسیم بڑے پیمانے پر ہوتی رہی۔ ان تراجم میں انتہائی عیاری سے ایک جانب بظاہر تمام عقائدِ اسلامی اور رسالتِ محمدیؐ کا اثبات ملتا ہے اور دوسری جانب مرزا غلام احمد کے مسیحِ موعود یا نبی ہونے پر اصرار بھی۔ اپنے اس باطل دعویٰ کی حمایت میں وہ قرآن مجید کے معنیٰ اور مفہوم کو حد درجے مسخ کر کے پیش کرتے ہیں۔ اس ضمن میں ان کا ایک مضحکہ خیز دعویٰ عیسیٰؑ کے کشمیر میں مدفون ہونے کا بھی ہے۔

عبدالحکیم خاں

عموماً یہ تاثر ہے کہ محمد علی (۱۸۷۴ء-۱۹۵۱ء) اولین قادیانی مترجم قرآن ہیں۔ درحقیقت محمد عبدالحکیم خاں کا انگریزی ترجمہ (۱۹۰۵ء) اس میدان میں اولیت کا حقدار ہے۔ عبدالحکیم خاں ریاست پٹیالہ میں طبیب تھے، اردو اور انگریزی دونوں میں انھوں نے اسلام پر کتابیں تصنیف کیں۔ ان کے سوانحی حالات مفقود ہیں۔ ان کے ترجمۂ قرآن کے صرف ۲ ایڈیشن شائع ہوئے[۱۳۱]۔ اس ترجمۂ قرآن میں تفسیری حواشی کا اہتمام ہے۔ بعض حواشی بائبل اور قرآن مجید کے موازنے پر مشتمل ہیں۔ جس میں انھوں نے قرآن مجید کی

افضلیت اور عظمت کو ثابت کیا ہے۔ لیکن اس تصنیف کا اصل مقصد قادیانیت کا فروغ ہے۔ متعدد حواشی میں انھوں نے اس ضال اور مضل عقیدے کی حمایت اور دفاع کیا ہے۔ مثلاً آیت ۵۴ سورہ آل عمران میں رفعِ عیسیٰ کا ذکر ہے اس کے ذیل میں بیس صفحات کو محیط اپنے مفصل حاشیے میں انہوں نے انتہائی دیدہ دلیری کے ساتھ اور دوٹوک الفاظ میں دعویٰ کیا ہے کہ قرآن مجید نے جس عیسیٰ کی آمد ثانی کی خبر دی ہے وہی مرزا غلام احمد قادیانی کی شکل میں اب نمودار ہو گئے ہیں اور پھر اس باطل دعویٰ کی حمایت میں مضحکہ خیز اور بے بنیاد دلائل دیئے ہیں۳۲۔

عبدالحکیم خاں کو انگریزی کی معمولی شد بدھ تھی ترجمے میں متروک، نامانوس الفاظ کی بہتات حد درجے گراں گزرتی ہے۔ اس ترجمے کی اصل اہمیت تاریخی ہے کہ یہ اولین قادیانی انگریزی ترجمہ ہے۔

محمد علی (۱۸۷۴ء-۱۹۵۱ء)

محمد علی مرزا غلام احمد کے دستِ راست تھے وہ قایانی مذہب کے ترجمان مجلے Review of Religions کے بانی مدیر تھے۔ قادیانی مشنری ادارے، اشاعتِ اسلام، لاہور کے روحِ رواں کی حیثیت سے انھوں نے اسلام پر متعدد تصانیف اردو اور انگریزی میں تالیف کیں تا کہ سادہ لوح، ناواقف مسلمان اور غیر مسلم قادیانیت کے ملغوبے کو اصل اسلام سمجھ کر اسے اختیار کر لیں۔ مرزا غلام احمد کی تحریک پر انھوں نے انگریزی ترجمۂ قرآن کا بیڑا اٹھایا، ان کا ترجمہ ۱۹۱۷ء میں شائع ہوا۔ اب تک اس کے ۲۳ سے زائد ایڈیشن ہندوستان پاکستان اور امریکہ سے طبع ہو چکے ہیں۳۳۔ البتہ یہ صراحت ضروری ہے کہ ان کے ترجمۂ قرآن کو مستند یا منظور شدہ قادیانی ترجمے کا شرف حاصل نہیں بلکہ یہ امتیاز شیر علی کے قادیانی ترجمۂ قرآن کو ہے۔ مغربی ممالک میں فعّال قادیانی مشنری سرگرمیوں کے باعث یہ اور دیگر قادیانی تراجم یورپ اور امریکہ میں بآسانی دستیاب ہیں۔

اس تصنیف میں ترجمے کے علاوہ کثیر تعداد میں تفسیری حواشی بھی ہیں۔ قرآن

مجید کے الفاظ اور مفہوم کو مسخ کرتے ہوئے قادیانیت کے اثبات کے علاوہ ناقص انگریزی محاورۂ بیان اور معجزات کا انکار اس تصنیف کے ناقابل قبول نقائص اور معائب ہیں۔تجدد زدگی کی رو میں معجزات کے مضحکہ خیز انکار اور تاویل کا فتنہ سب سے پہلے محمد علی کی اسی تصنیف نے کھڑا کیا جس کو عقلیت پسندی اور معروضیت کی آڑ میں عبداللہ یوسف علی، محمد اسد اور احمد علی نے مزید ہوا دی۔

شیر علی (م ۱۹۴۷ء)

شیر علی مرزا غلام احمد کے رفیقِ خاص تھے۔ قادیانی مذہب کے باضابطہ ترجمان ترجمہ وتفسیر قرآن کی ابتدا انھوں نے ۱۹۴۷ میں کی اور ۱۹۶۳ء میں تین جلدوں پر مشتمل یہ منصوبہ پایۂ تکمیل تک پہنچا۔ البتہ ۱۹۵۵ء میں اس تصنیف کا ایک جلد میں ملخص ایڈیشن مع مختصر حواشی بھی منظر عام پر آیا۔ اس تصنیف کے اب تک ۱۳ ایڈیشن پاکستان، ہالینڈ، گھانا، برطانیہ اور امریکہ سے شائع ہو چکے ہیں[۳۴]۔ ۱۹۸۲ء کے ایڈیشن میں یہ اعلان ہے کہ اس تصنیف کے دو لاکھ سے زائد نسخے طبع ہو چکے ہیں۔ یہ تعداد آج اس سے کئی گنا زائد ہو چکی ہوگی۔

۱۹۹۷ء میں مرزا طاہر احمد کی نگرانی میں اس تصنیف کا نظر ثانی شدہ ایڈیشن طبع ہوا[۳۵]۔ اس میں شیر علی پر یہ الزام عائد کیا گیا کہ انھوں نے قادیانیت کی کما حقہٗ ترجمانی نہیں کی جس کی تلافی اس نظر ثانی شدہ ایڈیشن میں کی گئی ہے۔ محمد علی کی بہ نسبت شیر علی کے اصل اور نظر ثانی شدہ ایڈیشن میں قرآن مجید کی گمراہ کن ترجمانی زیادہ شدید ہے۔ عیسیٰؑ کے مصلوب ہونے اور محمدؐ کے نبی آخر الزماں ہونے سے متعلق آیات کے معنی اور مفہوم کو بالخصوص مسخ کر کے اور قادیانی تناظر میں پیش کیا گیا ہے۔ معجزات کا صریح انکار شیر علی کے قادیانی مذہب کا جزو اعظم ہے۔ اسی فکری کجی سے مغلوب ہو کر وہ شیطان اور جن کے وجود، ہاروت و ماروت کے ملائکہ ہونے یا جنت کے مادی انعامات کے قائل نہیں۔ اس ترجمۂ قرآن میں قادیانی مذہب کے عقائد کو اس حد تک مرکزی مقام دیا گیا ہے کہ مشہور مستشرق کینتھ کریگ (Kenneth Cragg) کی رائے میں ’’اس ترجمے کے استعمال میں

بڑے محتاط رہنے کی ضرورت ہے کیونکہ اس کی اغلاط قارئین کو بالکل منتشر اور پراگندہ کردیتی ہیں۔ اس ترجمۂ قرآن کی سب سے نمایاں کمی یہ ہے کہ یہ کسی لحاظ سے مستند یا معتبر نہیں" ۳۶۔ قادیانیت کی باضابطہ ترجمان اس تصنیف میں تحریف کچھ ایسی عجب نہیں۔

مرزا بشیر الدین محمود احمد (۱۸۸۹ء-۱۹۶۵ء)

مرزا بشیر الدین محمود احمد مرزا غلام احمد کے بیٹے اور جانشین تھے، ۱۹۱۴ء میں وہ خلیفۂ ثانی مسیح موعود کے روپ میں منظر عام پر آئے۔ فتنۂ قادیانیت کی نشر واشاعت کے منصوبے کے تحت انھوں نے اردو میں 'تفسیر کبیر' تالیف کی۔ ان کا مفصل مقدمہ شیر علی کے انگریزی ترجمۂ قرآن کی بھی زینت ہے۔ اس مقدمے میں قادیانیت کے لئے نصرت الٰہی، مرزا غلام احمد کی نبوّت اور ان کے حاملِ وحی ہونے جیسے کافرانہ عقائد کا اظہار ہے اور ان کے بے بنیاد دعووں کو ایسی آیات قرآنی سے مستنبط کرنے کی جسارت کی گئی ہے جن کا تعلق یکسر ان موضوعات سے نہیں ہے۔ بہرکیف قادیانی ذہن اور عقائد کے مطالعے کے لئے یہ ترجمہ وتفسیر قرآن اپنی اہمیت رکھتا ہے۔

یہ تصنیف دراصل ان کی اردو 'تفسیر کبیر' کا انگریزی قالب ہے، ہر چند کہ انھوں نے اس کا انگریزی ترجمہ خود نہیں کیا لیکن فرطِ عقیدت اور اپنے پیشوا کی نام نہاد عظمت میں اضافے کی خاطر مرزا بشیر الدین احمد ہی کو انگریزی مترجم کے طور پر بھی پیش کیا گیا ہے اور اصل انگریزی مترجم کا کوئی سراغ نہیں ملتا۔ اس کے ۴ ایڈیشن شائع ہوئے ہیں ۳۷۔

اس قادیانی ترجمے میں تلبیس اور تعلّی کا آئینہ دار یہ باطل دعویٰ ہے: "مسلمانوں کے ہاتھوں میں صدیوں سے قرآن ایک بند کتاب تھا جس کی شرح بلکہ عقدہ کشائی مسیح موعود مرزا غلام احمد کے طفیل اب جاکر عمل میں آئی ہے ۳۸۔ قادیانی فکر کی دستاویز کے طور پر یہ ترجمۂ قرآن اہمیت رکھتا ہے۔

ملک غلام فرید (۱۸۹۶ء-۱۹۷۷ء)

ملک غلام فرید مرزا بشیر الدین محمود احمد، خلیفہ ثانی مسیح موعود کے رفیق کار تھے۔

انھوں نے مرزا بشیر الدین کی اردو تفسیر کبیر کی تلخیص تفسیر صغیر کو انگریزی جامہ پہنایا۔ اس کے صرف ۳ ایڈیشن شائع ہوئے ۳۹۔ ہر چند کہ دیباچہ میں دعویٰ اس امر کا ہے کہ اس تصنیف کا مقصود اسلام کے خلاف عیسائی اہل قلم کے تعصّبات کی تردید ہے، اصلاً یہ قادیانی عقائد کا شارح ہے۔ جابجا ''حضرت خلیفة المسیح ثانی'' (مرزا بشیر الدین محمود احمد) کی تقاریر اور تصانیف کے حوالے ہیں، عیسیٰؑ کے کشمیر میں مدفون ہونے اور مرزا غلام احمد کی نبوت کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ یہ ترجمۂ قرآن مرزا ناصر احمد ''خلیفہ ثالث اور قائد احمدیہ'' کے زیر اہتمام شائع ہوا۔ یہ نکتہ بظاہر ناقابل توجیہہ ہے کہ محمد علی، شیر علی اور ظفر اللہ خاں کے قادیانی تراجم کے برعکس اس کی پذیرائی بہت کم ہوئی۔

محمد ظفر اللہ خاں (۱۸۹۳ء-۱۹۸۵ء)

محمد ظفر اللہ خاں نے قانون کی اعلیٰ تعلیم برطانیہ کی مؤقر دانش گاہوں میں حاصل کی۔ وہ غیر منقسم ہندوستان اور پھر پاکستان میں اعلیٰ مناصب پر فائز رہے مثلاً وائسرائے کونسل کے رکن، پاکستان کے وزیر امور خارجہ اور انٹرنیشنل کورٹ آف جسٹس کے جج وغیرہ۔ البتہ ۱۹۷۴ء میں پاکستانی اسمبلی کے قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے کا فیصلہ ان پر ایسا گراں گزرا کہ انھوں نے پاکستان سے خود ساختہ جلاوطنی اختیار کی اور اپنی بقیہ زندگی برطانیہ میں واقع قادیانیت کے تبلیغ واشاعت کے مرکز میں اپنی تصنیفی سرگرمیوں میں بسر کی۔

ظفر اللہ خاں ابتداء ہی سے اس قادیانی مترجمین کی کمیٹی کے رکن تھے جس نے مرزا بشیر الدین محمود احمد کی تفسیر صغیر کو انگریزی جامہ پہنایا، گو یہ ترجمہ ملک غلام فرید سے منسوب ہوا اور ۱۹۶۹ء میں شائع ہوا۔ ظفر اللہ خاں نے اپنا نیا ترجمہ ۱۹۷۱ء میں پیش کیا۔ البتہ یہ نکتہ حیرت انگیز ہے کہ اپنے بین الاقوامی اثر ورسوخ اور مرتبے کے باوصف ان کے ترجمے کی پذیرائی قادیانی یا مغرب کے علمی حلقوں میں زیادہ نہیں ہوئی اور اس کے کل ۹ ایڈیشن اب تک طبع ہوئے ہیں۔

اپنے مندرجات کے اعتبار سے یہ قادیانی عقائد کا ترجمان ہے گو کہ فاضل

مصنف نے اپنے ترجمے کے عنوان میں اس حقیقت پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی اور اپنے آپ کو رسالت محمدی اور ختم نبوت کے قائل شخص کے طور پر پیش کیا ہے[۴۰]۔ تلبیس کا یہی پہلو سرورق پر ان کے سوانحی حالات پر بھی حاوی ہے کہ اس میں ان کا تعارف پاکستان کی ایک نہایت سرکردہ اور نمایاں سیاسی شخصیت کے طور پر کیا گیا ہے تاکہ عام قاری اسے اہل جمہور کی تصنیف متصور کرے۔ لیکن ان کے تفسیری حواشی ان کے خالصۃً قادیانی مذہب کے پیرو ہونے پر دال ہیں۔ مثال کے طور پر سورہ النساء آیت ۱۵۷ کے ذیل میں انھوں نے یہ مضحکہ خیز قادیانی روایت کا اعادہ کیا ہے کہ عیسیٰ کشمیر ہجرت کر کے گئے تھے اور وہیں مدفون ہیں۔ اسی طرح سورۃ البقرہ آیت ۷۱، سورہ غافر آیت ۵۵ اور سورہ الضحیٰ آیت ۷ کی تشریح میں بھی ان کے قادیانی عقائد آشکار ہیں۔

حکیم نورالدین (۱۸۴۱ء-۱۹۱۴ء)

حکیم نورالدین نے مرزا غلام احمد کی وفات کے بعد قادیانیت کی نظریاتی اور فکری قیادت کی۔ ہر چند کہ ان کی حیات میں ان کا ترجمہ اور تفسیر قرآن شائع نہیں ہوا، ان کے انتقال کے ۹۰ سال بعد ۲۰۰۷ء میں ان کی بہو امۃ الرحمٰن عمر کی کاوش سے ان کے تفسیری نوٹس پر مبنی یہ انگریزی ترجمہ منصہ شہود پر آیا۔ امۃ الرحمٰن ایک اور قادیانی مترجم قرآن شیر علی کی صاحبزادی ہیں انھوں نے قرآن مجید کی تفسیر سے متعلق حکیم نورالدین کی قلمی یادداشتوں کو دیدہ ریزی کے ساتھ مرتب اور مدون کیا۔ ظفر اللہ خاں کے مذکورہ بالا ترجمۂ قرآن کی مانند اس تصنیف میں بھی ہر امکانی کوشش اس امر کی گئی ہے کہ حکیم نورالدین کی قادیانیت کا اظہار نہ ہو تاکہ مسلم قارئین اس سے وحشت زدہ نہ ہوں اور ناواقف قارئین اس کے مندرجات سے متاثر ہوکر قادیانیت کی جانب مائل ہوں۔ اس تمام پیش بندی کے باوجود تفسیری حواشی میں قادیانی عقائد اپنی تمام تر فتنہ سامانی کے ساتھ موجود ہیں مثلاً معجزات کی تاویل اور انکار، ملائکہ، جن اور لذائذِ جنت کی تردید، آدمؑ سے قبل نسل انسانی کا وجود وغیرہ[۴۱]۔

مختصراً سب ہی قادیانی تراجم میں جارحانہ انداز میں قادیانیت کی توثیق ہے۔ درحقیقت ان کی تالیف، وسیع پیمانے پر ان کی اشاعت اور دور دراز مقامات تک ان کی تقسیم کا واحد مقصد قادیانیت کا فروغ ہے۔

مجہول/ غیر متعین تراجم

برّصغیر کے چند انگریزی تراجم ایسے ہیں جن کا مسلک یا فکر غیر متعین ہے یا جن کے کوائف مفقود ہونے کے باعث ان کے نظریاتی تشخص کے بارے میں کوئی رائے دینا مشکل ہے۔ لہٰذا ان کا تذکرہ ذیل میں علیحدہ پیش ہے۔

غلام سرور (پ ۱۸۷۳ء)

غلام سرور ۱۸۹۰ء سے ۱۸۹۴ء تک گورنمنٹ کالج لاہور کے طالب علم رہے پھر اعلیٰ تعلیم کے لئے کیمبرج یونیورسٹی، برطانیہ میں داخل ہوئے۔ اس کے بعد ان کا تقرر ملایا سول سروس میں ہوگیا۔ ملایا (موجودہ ملیشیا) اس وقت برصغیر کی طرح برطانوی استعمار کے تسلّط میں تھا۔ ان کے ترجمۂ قرآن کا پہلا ایڈیشن ۱۹۲۰ء میں سنگاپور سے شائع ہوا پھر کئی ایڈیشن برطانیہ سے اور آخری ایڈیشن پاکستان سے طبع ہوا[۴۲]۔ یہی وجہ ہے کہ اب یہ ترجمۂ قرآن گویا پردۂ گمنامی میں پڑا ہوا ہے۔

اس ترجمۂ قرآن میں تفسیری حواشی مطلق نہیں ہیں جس کے باعث مترجم کے ذہن اور فکری رویے پر کوئی روشنی نہیں پڑتی۔ البتہ ابتداء میں مفصل مقدمہ ہے جس میں قرآن مجید کی روشنی میں اسلامی نظام حیات کو جامع انداز میں متعارف کیا گیا ہے۔ اس مقدمے کا انتہائی گراں قدر جزو اس وقت تک کے موجود انگریزی تراجمِ قرآن کا تنقیدی جائزہ ہے۔ اس کے سنِ اشاعت یعنی ۱۹۲۰ء تک مستشرقین اور محمد علی (قادیانی) کے تراجم منظر عام پر آئے تھے۔ ۵۰ سے زائد صفحات پر مشتمل اس ناقدانہ تبصرے میں جارج سیل، راڈویل، پالمر اور محمد علی کے تراجم کے محاسن اور معائب پر سیر حاصل نقد ونظر ہے۔ انھوں نے

مستشرقین کی تلبیسات اور تعصّبات کا پردہ علمی انداز میں چاک کیا ہے اور ان کے اعتراضات کا تعاقب کیا ہے۔ ان کے مثبت پہلوؤں کی داد دی ہے۔ بحیثیت کُلّی، انگریزی تراجم کے مبصرانہ جائزے کے طور پر غلام سرور کا یہ مقدمہ اولیت اور وقعت کا حامل ہے۔

اپنے اس اعتدال اور توازن کے باوصف غلام سرور کا محمد علی (قادیانی) کے بارے میں رویہ ناقابل توجیہہ ہے۔ وہ محمد علی کے ترجمۂ قرآن کو ایک شاہکار قرار دیتے ہیں اور اس سے اپنے فرطِ تعلق کا وفورِ جذبات کے ساتھ ذکر جا بجا کیا ہے۔ ایک دو مقامات پر محمد علی کی کمزور انگریزی پر سرسری اظہار افسوس ہے۔ لیکن ان کے قادیانی عقائد پر سکوت کو بعض حضرات نے خود غلام سرور کے قادیانی ہونے پر محمول کیا ہے۔ چونکہ ان کے ترجمۂ قرآن میں قادیانیت سے ان کی وابستگی کی کوئی اندرونی شہادت نہیں ملتی ہے اس لئے انہیں قادیانی قرار دینا خلافِ انصاف محسوس ہوتا ہے البتہ ان کا سکوت سوالات اور شکوک کا باعث یقیناً ہے۔

خادم رحمٰن نوری

خادم رحمٰن نوری (دور تصنیف ۱۹۶۰ء) کے حالات زندگی دستیاب نہیں۔ اپنے دیباچۂ قرآن میں انھوں نے قادیانی مترجم قرآن محمد علی کا ذکر بڑی عقیدت اور احترام کے ساتھ کیا ہے۔ البتہ ان کے تفسیری حواشی قادیانیت کے اظہار سے پاک ہیں لہٰذا انہیں قادیانی مترجم موسوم کرنا بعید از انصاف ہوگا۔ اس ترجمۂ قرآن کا صرف ایک ایڈیشن شائع ہوا اور وہ بھی شمال مشرق ہند کے ایک دور دراز مقام سے[۴۳]۔ یہی وجہ ہے کہ یہ ترجمہ دستیاب نہیں۔ اپنے دیباچے میں نوری نے اپنے ترجمے کی ان دو خصوصیات کا ذکر کیا ہے: (۱) لفظی ترجمہ اور (۲) سائنٹفک حواشی۔ ان کے ہاں لفظی ترجمے کا اہتمام بلا شبہہ ہے لیکن کثرت سے ترجمے کے متن میں ذاتی آراء کا اندراج بھی ہے۔ ترجمے میں بعض مقامات پر ان کے بین القوسین جملے متن کے ترجمے سے خلط ملط ہوگئے ہیں اور مفہوم قرآنی پس پشت چلا گیا ہے۔ مثال کے طور پر سورہ الفاتحہ کی آیت ۵ کے ترجمے میں انھوں

نے الفاظِ قرآنی اور بائبل کی کتاب متی اور بدھ مت کے راہ مجیما کے اقتباس ایسے پیوست کردیئے ہیں کہ اصل آیت کے معنی اور مفہوم قاری کی گرفت میں نہیں آپاتے اور وہ ضمنی مباحث میں الجھ جاتا ہے۔ دیگر مذاہب کے صحائف سے موازنہ کا صحیح مقام تفسیری حاشیہ ہے نہ کہ متن کی عبارت۔

ان کے ''سائنٹفک'' حواشی ان کی کم سمی کی چغلی کھاتے ہیں۔ حواشی کا بنیادی اور واحد مقصد قرآن مجید کے معنی اور مطلب کی وضاحت ہے۔ حواشی میں اگر دیگر موضوعات زیر بحث رہیں تو یہ قرآن فہمی کی راہ میں رخنہ ڈالنے کے مترادف ہے۔ افسوس کا مقام ہے کہ فاضل مترجم پر تفسیر کا یہ سادہ اور مبادی اصول بھی روشن نہیں۔ ان کے حواشی میں کثرت اور تفصیل کے ساتھ تصوف کے نکات اور لطائف پر خامہ فرسائی ہے۔ ہر چند کہ نوری مذاہبِ عالم کے تقابلی مطالعے میں درک رکھتے تھے لیکن اپنے اس علم وفضل کا خاطر خواہ استعمال وہ قرآن فہمی کی راہ ہموار کرنے سے قاصر رہے۔ انگریزی زبان سے ان کی واقفیت غالباً واجبی تھی کہ زبان وبیان کے لحاظ سے یہ تصنیف اغلاط سے پُر ہے۔

ایم.اے.کے. پٹھان (پ ۱۹۳۹ء)

ایم.اے.کے. پٹھان تیس سال ہندوستانی فوج میں سلوتری (Veterinary Doctor) رہے۔ ان کے بقول انھوں نے اسلام کا علم چند انگریزی، اردو، ہندی اور تیلگو تراجم قرآن سے حاصل کیا۔ اس ضمن میں انھوں نے بنیادی اسلامی مآخذ، سرمایۂ حدیث یا کسی اور معیاری کتاب کا حوالہ نہیں دیا ہے۔ ان کا ترجمۂ قرآن ۱۹۹۳ء میں شائع ہوا اور اب تک یہی اس کا واحد ایڈیشن ہے[۴۴]۔ اپنے ترجمۂ قرآن کو انھوں نے بڑے فخر کے ساتھ غیر متعصّبانہ اور معروضی قرار دیا ہے۔ ان کے تعصب اور ذہنی افلاس کا عالم یہ ہے کہ اپنے دیباچے میں انھوں نے تمام مسلمان علماء کے تراجمِ قرآن کو یکسر مسترد کردیا ہے۔ ان کا علم وفضل ایسا سطحی اور طفلانہ ہے کہ سورۃ التحریم کی آیات ۵-۱ کے حاشیے میں انھوں نے سیرۃ طیبہ کے تاریخی وجود تک کا انکار کردیا ہے کہ ان کی تحقیق کے مطابق

حضورؐ مقبول کی حیاتِ مبارک کے بارے میں کوئی مستند اور قابل اعتماد روایت موجود ہی نہیں۔ سورہ الانعام کی آیت ۱۵۱ کی تشریح کے طور پر انھوں نے خاندانی منصوبہ بندی کی پُر زور تلقین کی ہے۔ وہ سود اور خاندانی منصوبہ بندی کے قائل، تعدداز دواج اور ذبیحے کے مخالف اور صحابۂ کرام کی عدالت اور ثقاہت کے منکر ہیں وہ قرآن مجید کی توقیفی ترتیب سے بھی غیر مطمئن ہیں۔ غرضیکہ بجائے ہدایت الٰہی کی تبلیغ اور ترسیل کے یہ ترجمۂ قرآن بے راہ روی اور گمراہی کا علمبردار ہے۔ فسق کے ایسے مظہر سے گریز ہی بہتر ہے۔

برصغیر سے متعلق مترجمین قرآن مجید

ہر چند کہ زیر نظر مقالہ برصغیر کے انگریزی مترجمین قرآن کی کاوشوں کے نقد و نظر کو محیط ہے۔ اس میں دو نو مسلم انگریزی مترجمین قرآن - محمد مارما ڈیوک پکتھال (Mohammad Marmaduke Pickthall) اور محمد اسد کا تذکرہ اس لحاظ سے مناسب ہے کہ یہ دونوں حضرات طویل عرصے تک برصغیر میں مقیم رہے اور یہاں کی علمی اور فکری سرگرمیوں میں نمایاں اور اہم کردار ادا کیا۔ پکتھال نے اپنا انگریزی ترجمۂ قرآن حیدر آباد دکن میں اپنے قیام کے دوران مکمل کیا۔ ان دونوں اہل علم نے برصغیر کی اسلامی علمی روایات کو متاثر کیا اور وہ خود بھی ایک حد تک مقامی تہذیب سے بھی متاثر ہوئے۔ لہٰذا ان کے قبول اسلام اور تراجم قرآن کا مختصر تعارف پیش ہے۔

محمد مارماڈیوک پکتھال (۱۸۷۵ء-۱۹۳۶ء)

محمد مارما ڈیوک پکتھال کی ولادت لندن میں ایک متوسط طبقہ کے برطانوی عیسائی خاندان میں ہوئی۔ ان کے والد کا تعلق کلیسا سے تھا۔ اپنے دور طالب علمی سے پکتھال کو ادبی اور تحریری مشغلوں سے گہری نسبت تھی اور اوائل عمر ہی میں انھوں نے بطور انگریزی ناول نگار شہرت حاصل کرلی۔ تعلیم کی تکمیل کے بعد وہ اپنے ایک قریبی عزیز ٹامس ڈاؤلنگ (Thomas Dowling) کی معیت میں فلسطین سیاحت کے لئے

روانہ ہوئے۔ ڈاؤلنگ کا تقرر یروشلم میں بطور نائب اینگلکن بشپ (Anglican Bishop) ہوا تھا۔ یروشلم میں پکتھال کو برطانوی پادری جے.ای.ہینور (Rev. J.E. Hanauer) کی رفاقت بہت پسند آئی اور انھوں نے ان سے عربی زبان سیکھنے کے علاوہ عرب اور فلسطین کی تاریخ، رسوم اور رواج اور طرز حیات سے واقفیت بھی حاصل کی۔ البتہ اسلامی/عرب طرز زندگی کے گہرے، براہ راست مشاہدے میں پکتھال کی حقیقی مدد ان کے دو مسلمان خدمتگاروں رشید اور سلیمان نے بہم پہنچائی۔ ان کی صحبت میں پکتھال اسلامی/عرب طرز زندگی کے فطری حسن اور سادگی کے اسیر ہوتے گئے اور قبول اسلام کی جانب مائل ہوئے۔ مصر اور پھر ترکی میں اپنے طویل قیام اور وہاں کے مسلمانوں سے گہرے معاشرتی روابط نے ان کو اسلام سے قریب تر کیا جو ۱۹۱۷ء میں ان کے قبول اسلام کے اعلان پر منتج ہوا۔ اپنی باشعور زندگی کے ابتدائی بیس سال انھوں نے بطور عیسائی اور آخری بیس سال آغوش اسلام میں گزارے۔ اس دوران اپنی صحافتی تحریروں اور علمی مقالات میں اسلام کی حقانیت اور عظمت کے اعتراف، جنگ عظیم اول میں ترکی کی حمایت اور سامراجی برطانوی چیرہ دستیوں کی مذمت کے باعث انگریزی داں مسلمانوں میں پکتھال شہرت حاصل کر چکے تھے۔ ۱۹۲۰ء میں جب کہ وہ لندن کی مسجد میں امام اور خطیب کے فرائض انجام دے رہے تھے، مولانا محمد علی جوہر سے ان کی ملاقات لندن گول میز کانفرنس کے زمانے میں ہوئی۔ مولانا کے اصرار پر انہوں نے بمبئی کرانیکل (Bombay Chronicle) اخبار کی ادارت قبول کرتے ہوئے ہندوستان کا رخ کیا۔ اسلام اور مسلمانوں سے اپنے فرط تعلق کی بنا پر انھوں نے خلافت تحریک میں سرگرمی سے حصہ لیا، متعدد مسلم تعلیمی اداروں میں اپنے عالمانہ لکچرز سے سامعین کی بصیرت میں اضافہ کیا اور خود اردو زبان سیکھنے کا اہتمام کیا۔ ۱۹۲۵ء میں ان کی گراں قدر خدمات اور ان کے عالمی مقام کے پیش نظر نظام حیدر آباد نے ریاست کے محکمہ تعلیم سے انہیں وابستہ کرلیا اور وہ ریاست حیدر آباد منتقل ہوگئے۔ ۱۹۲۵ء میں مدراس کے ذی علم مسلمانوں کی دعوت پر انھوں نے اسلام کی درخشاں تہذیب اور ثقافت اور موجودہ ادبار اور نکبت کے موضوعات پر

فاضلانہ خطبات دیئے جو بعد میں کتابی صورت میں The Cultural Side of Islam کے عنوان سے شائع ہوئے۔

۱۹۲۸ء میں نظام حیدر آباد نے پکتھال کو دو سال کی با تنخواہ خصوصی رخصت عنایت کی تاکہ وہ یکسوئی سے انگریزی میں ترجمۂ قرآن کی سعادت حاصل کریں۔ اس انگریزی ترجمے کا مقصد غیر مسلم حضرات کو قرآن مجید کی حیات بخش ہدایت سے روشناس کرنا تھا۔ انگریزی زبان اور ادب پر دسترس، اسلامی علوم سے گہری واقفیت اور اپنے علم و فضل کے معیار کے اعتبار سے پکتھال اس خدمت قرآن کے لئے موزوں ترین شخصیت تھے۔ اس مقالے میں اس سے قبل اس امر کی نشاندہی کی جا چکی ہے کہ ۱۹۲۸ تک انگریزی میں کسی مسلمان اہل قلم کا معیاری ترجمۂ قرآن موجود نہ تھا۔ کتب خانوں اور بازار میں صرف مستشرقین اور قادیانیوں کے گمراہ کن تراجم دستیاب تھے۔ اس وقت تک تین مسلمانوں کے انگریزی تراجم ہندوستان سے شائع ضرور ہوئے تھے لیکن ان کا علمی معیار پست اور ان کی زبان اغلاط سے پُر تھی۔ یہ مترجمین اسلام اور انگریزی زبان دونوں پر دسترس نہ رکھتے تھے لہٰذا وہ قارئین کی تشنگی دور کرنے سے قاصر تھے۔ اس پس منظر میں پکتھال نے ٹکسالی انگریزی میں ترجمۂ قرآن کا کارنامہ انجام دیا ہے جو بلاشبہہ بڑی قدر و قیمت کا حامل ہے۔

پکتھال کے ترجمے کو غیر معمولی قبولیت نصیب ہوئی ۲۰۰۲ء تک اس کے ۱۵۰ سے زائد ایڈیشن مغربی ممالک اور برصغیر سے شائع ہوئے۔ اپنے ترجمے کی صحت بلکہ متن قرآن کے تئیں اپنے انتہائی احترام اور عقیدت کے پیش نظر پکتھال نے اشاعت سے قبل اپنے ترجمے کو الازہر کے علماء کی خدمت میں پیش کیا کہ غلطی کا امکان نہ رہے۔ انگریزی سے عدم واقفیت کی بنا پر علماء ازہر پکتھال کی مدد سے بڑی حد تک قاصر رہے۔ بہرکیف مترجم کو اپنی نیت کا اجر بلاشبہہ ملے گا۔ چونکہ یہ ترجمہ ۱۹۳۰ء میں مکمل ہوا اور پکتھال نے اپنے دور کی معیاری انگریزی اختیار کی جو اس زمانے کے بائیبل کے تراجم میں بھی مستعمل تھی، وقت گزرنے کے ساتھ ۱۹۳۰ء کے اس ترجمے کی زبان اب بڑی حد تک نامانوس بلکہ

کہنا چاہئے متروک ہو چکی ہے اور عام انگریزی داں کی فہم سے بالاتر ہے۔ اس خامی کو دور کرنے کے لئے ۱۹۹۶ء میں عرفات العاشی نے جدید آسان انگریزی قالب میں اس ترجمے کو ازسرنو پیش کیا۔ یہ اضافہ غالباً غیر ضروری ہے کہ یہ نظر ثانی شدہ ایڈیشن اصل کے مقابلے میں آج کے قارئین کے لئے زیادہ کارآمد ہے۔

گو کہ پکتھال کا ترجمہ اصل متن قرآن کے بڑی حد تک مطابق ہے اور اپنے دیباچے، سورتوں کے تعارف اور حواشی میں انھوں نے اہل جمہور کے عقائد کی ترجمانی کی ہے لیکن ان کی تصنیف اصلاً محض ترجمہ ہے اور اس کا تفسیری اور تشریحی حصہ برائے نام ہے۔ حواشی یا تفسیر کی عدم موجودگی میں پکتھال کے ذہن اور نقطۂ نظر کے متعلق قطعیت کے ساتھ کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ تشریح اور توضیح سے عاری ہونے کے باعث قارئین پکتھال کے اس ترجمے سے قرآن مجید کے پیغام سے کما حقہ متعارف نہیں ہو پاتے۔ قرآنی تلمیحات، اصطلاحات، واقعات، شخصیات اور قصص پر کوئی روشنی نہیں پڑتی اور قارئین تشنہ رہ جاتے ہیں۔ اس بیش قیمت ترجمے میں یہ خلا بہت سنگین اور افسوس ناک ہے اور اسی باعث یہ فہم قرآن میں زیادہ مفید نہیں[۴۵]۔

محمد اسد (۱۹۰۰ء-۱۹۹۲ء)

محمد اسد کی پیدائش پولینڈ کے ایک مذہبی یہودی خاندان میں ہوئی۔ ان کے دادا RABBI (یہودی عالم دین) تھے۔ اپنی تعلیم مکمل کرنے کے بعد اسد (اصل نام Leopold Weiss) نے صحافت کا پیشہ منتخب کیا اور اپنے چچا کے ہمراہ یروشلم گئے گو کہ ان کو صہیونیت اور نئی یہودی ریاست کے قیام سے کوئی دلچسپی نہ تھی بلکہ رفتہ رفتہ وہ عرب / اسلامی طرز زندگی سے متاثر ہوتے گئے۔ مؤقر جرمن اخبار کے نامہ نگار کی حیثیت سے انھوں نے عالم اسلام، بالخصوص عرب ممالک کے طول وعرض کا سفر اور مشاہدہ کیا۔ مغربی طرز حیات کی مادیت اور تصنع سے بیزار اسد کو قرآن مجید کے مطالعہ سے قلبی سکون اور روحانی بالیدگی میسّر آئی۔ ۱۹۲۶ء میں انھوں نے اپنے ذاتی مطالعے اور مشاہدے کی بنیاد

پر اسلام قبول کیا۔ ابتداء میں ان کا قیام سعودی عرب میں رہا اور مقاماتِ مقدسہ میں انھوں نے عربی زبان، قرآن اور اسلام کا باضابطہ اور مفصل مطالعہ کیا۔ ۱۹۳۴ء میں ان کی اہم تصنیف Islam at the Cross Roads شائع ہوئی جس کے ذریعہ انھوں نے مسلمانان عالم کو مغربیت کے فتنے سے خبردار کیا اور اسلام کے بنیادی مآخذ قرآن مجید اور سنت پر کاربند رہنے کی تلقین کی۔ علامہ اقبال ان کی فکری صلاحیت کے قائل تھے اور ان کو ہندوستان میں قیام کی دعوت دی تا کہ وہ نئی نظریاتی اسلامی ریاست یعنی مجوزہ پاکستان کی فکری آبیاری کریں۔ ۱۹۳۳ء میں ان کی علامہ اقبال سے گفت وشنید رہی۔ ۱۹۴۷ء میں حکومت پاکستان نے انہیں فکرِ اسلامی کی تشکیل نو اور اسلامی ریاست کی فکری اساس کے لئے تصانیف کی ذمہ داری تفویض کی۔ کچھ عرصہ بعد اسد پاکستان کی وزارت خارجہ سے وابستہ ہوگئے اور انھوں نے دیگر مسلم ممالک سے پاکستان کے گہرے سفارتی روابط قائم کرنے کا کارنامہ انجام دیا۔ اقوام متحدہ کے اجلاس میں بھی انھوں نے پاکستان کی نمائندگی کی۔ البتہ ۱۹۵۲ء میں اپنی تصنیفی اور علمی مصروفیات کا عذر کرتے ہوئے انھوں نے حکومت پاکستان کی ملازمت کو خیرباد کہا۔ ۱۹۹۲ء میں اپنی وفات تک وہ علمی اور تحریری مشغلوں میں منہمک رہے۔ ان کے گراں قدر علمی کارناموں میں صحیح بخاری کا انگریزی ترجمہ، دیارِ عرب کا سیاحت نامہ، اسلامی ریاست اور اسلامی قانون کے موضوعات پر تصانیف اور قرآن مجید کا انگریزی ترجمہ شامل ہیں۔

اسد نے اپنے انگریزی ترجمہ قرآن کی داغ بیل ۱۹۶۰ء کے عشرے میں ڈالی اور ۱۹۶۴ء میں قرآن مجید کی اولین نو سورتوں کے ترجمے اور تفسیر کو محیط ان کی تصنیف The Message of the Quran منظرعام پر آئی۔ البتہ مکمل ترجمہ اور تفسیر اسی عنوان کے تحت ۱۹۸۰ء میں شائع ہوئے۔ پکتھال کے برعکس اسد کے ترجمے میں مفصل حواشی کا اہتمام ہے۔ ان حواشی سے ان کے مصادرِ اسلام، سرمایہ تفسیر اور علوم القرآن، تاریخ اسلام، تاریخ مذاہب عالم اور دور جدید کے فکری رجحانات اور نظریات سے بصیرت افروز آگہی کا فراواں ثبوت ملتا ہے۔ انھوں نے طویل عرصے تک عالم اسلام کا براہ راست اور

بغائر مشاہدہ کیا تھا اور وہ مغربی فکر کے شناور بھی تھے اس لحاظ سے بھی ان کے تفسیری حواشی بیش قیمت ہیں اور دور جدید کے قارئین کے لئے فہم قرآن پیدا کرنے میں کامیاب ہیں۔

البتہ اس تلخ اور افسوس ناک حقیقت سے مفر نہیں کہ ان حواشی کی روشنی میں وہ تجدد زدہ اور معذرت خواہانہ طرز فکر اور نام نہاد عقلیت پرستی کے نقیب اور مناد نظر آتے ہیں۔ معجزات کے انکار اور امور غیب کی تاویل میں وہ معتزلی مفسر قرآن زمخشری اور مصری صاحب قلم محمد عبدہ کے متبع ہیں۔ ان کے متعدد حواشی میں اہل جمہور کے عقائد سے اختلاف اور انحراف پایا جاتا ہے جس کی چند مثالیں درج ذیل ہیں:

☆ سورہ انشراح میں وارد لفظ ''وزر'' کو اپنے حاشیہ میں اسد نے رسول اکرمؐ کی غلطیوں سے تعبیر کیا ہے، اس پر ستم مستزاد کہ ان ''غلطیوں'' کی کوئی نشاندہی بھی نہیں کی ہے۔ رسول اکرمؐ کو خود قرآن مجید نے اسوہ حسنہ قرار دیا ہے اس ضمن میں یہ شدید بے احتیاطی قابل گرفت ہے۔

☆ وہ جنّات کو نیک و بد نفسانی محرکات کا ہم معنی قرار دیتے ہیں۔ بعض مقامات پر انھوں نے جنّات کا ترجمہ ''غیر مرئی قوتوں (الناس ۱۱۴:۶) اور حتی کہ ''اجنبی اقوام'' (الاحقاف ۴۶:۲۹) اور الجن ۷۲:۱) کے طور پر کیا ہے جو صریح نص قرآنی کے مسخ کرنے کے مترادف ہے۔

☆ وہ اسراء اور معراج کو صرف ایک متصوفانہ تجربہ گردانتے ہیں جو محض روحانی تھا۔ علماء کے اعتراضات کے باوصف وہ اپنے اس موقف پر قائم رہے کہ کوئی جسمانی، حسّی، مادی واقعہ یا سفر پیش نہیں آیا تھا بلکہ قرآن نے تمثیلی انداز میں ایک روحانی تجربہ بیان کیا ہے۔

☆ وہ قرآن مجید میں مذکور ان معجزات کے منکر ہیں کہ عیسیٰؑ نے گہوارے میں کلام کیا یا ابراہیمؑ آگ سے بحفاظت نکل آئے۔ اسی طرح وہ لقمان، خضر اور ذوالقرنین کو تاریخی شخصیات تسلیم نہیں کرتے ان کی دانست میں قرآن مجید کا مقصود صرف ایمان اور اخلاق کا درس ہے نہ کہ ان شخصیات کا تذکرہ۔

☆ وہ نسخ کے تصور کو مسترد کرتے ہیں اور یہ طفلانہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ سے یہ بعید ہے کہ وہ اپنا فرمان تبدیل کر لے۔

☆ صنفی امور بالخصوص حجاب، اور سینہ اور سر ڈھانکنے وغیرہ کے احکام قرآنی کے بارے میں ان کے شدید ذہنی تحفظات ہیں ان کی رائے میں ان امور کا تعلق ہر دور کے بدلتے ہوئے تمدن اور روایات سے ہے۔ جو آج معیوب ہے وہ کل مستحسن ہوسکتا ہے۔ لہٰذا اس باب میں متن قرآن کے ظاہری/لغوی معنی پر اصرار مناسب نہیں۔ سورہ النور میں وارد صنفی احکام کو بھی انھوں نے اسی تجدد زدہ رنگ میں پیش کیا ہے۔

حواشی میں ان سنگین غلطیوں کے در آنے کے باعث اسد کے بعض مخیّر عرب سر پرستوں نے مزید تعاون سے انکار کردیا۔ اپنی بعض غیر معمولی صفات کے باوصف یہ ترجمہ و تفسیر قرآن اہل جمہور کے لئے قابل اعتنا نہیں۔ اسد کے تصنیف کی یہ خامیاں ناقابل دفاع ہیں کہ اعتراضات کے بعد بھی انھوں نے اپنے نقطۂ نظر کو تبدیل نہیں کیا۔ گو کہ جرمن صاحب قلم مراد ہیوف مین اسد کے غالی معتقد ہیں لیکن انھوں نے بھی اسد کی اس فکری کجی کا اعتراف کیا ہے[٦٣]۔

انگریزی تراجم قرآن کے میدان میں نمایاں رجحانات

برصغیر کے انگریزی تراجم قرآن کے تنقیدی مطالعے سے اس میدان کے درج ذیل نمایاں رجحانات سامنے آتے ہیں جو غور وفکر کے لائق ہیں:

☆ ابتداء یعنی ١٦٤٩ء سے ١٩٣٠ء تک اس میدان پر کلیسا کے عہدے داروں اور مستشرقین کی اجارہ داری رہی۔ امت مسلمہ انگریزی زبان سے نابلد ہونے کے سبب اس شدید فتنے سے بے خبر رہی۔ بتدریج مسلمانوں نے انگریزی زبان اور مغربی علوم پر دسترس حاصل کی۔ اس کا یہ ثمرہ ہے کہ بعض مسلمان اہل قلم نے اپنے دل و دماغ کی بہترین صلاحیتیں انگریزی میں خدمتِ قرآنی کے لئے وقف کردیں۔ اس سے مذکورہ بالا فتنے کا

ایک حد تک سدّ باب ہوا اور انگریزی داں قارئین کو اصل پیغام الٰہی سے واقف ہونے کا موقع ملا۔ مسلم اہل قلم کے اولین تراجم مثلاً از حیرت دہلوی اور ابوالفضل معیاری نہ تھے لیکن رفتہ رفتہ ان کا معیار بلند ہوتا گیا۔ انگریزی زبان اور بیان اور مغربی سرمایۂ علم و دانش سے کما حقہٗ واقفیت کی روشن مثالیں عبداللہ یوسف علی، عبدالماجد دریابادی اور سید عبداللطیف ہیں۔ بالفاظ دیگر، انگریزی ترجمۂ قرآن کی جو روایت مسلمانوں نے اصلاً ایک دفاعی اور جوابی کاروائی کے طور پر شروع کی تھی گزشتہ ایک صدی میں نصرت الٰہی سے ایک مثبت، وقیع علمی روایت کی شکل اختیار کر چکی ہے جس سے دنیا کے مختلف حصوں میں لاکھوں مسلم اور غیر مسلم جویائے حق مستفید ہو رہے ہیں۔ اس میدان میں اب مسلم اہل قلم کا ایسا غلبہ ہے کہ گزشتہ ۵۰ سالوں میں گنتی کے چند تراجمِ قرآن ایسے منظر عام پر آئے ہیں جن کے مصنف غیر مسلم اہل قلم ہیں۔ غالباً مستشرقین پر اب یہ حقیقت آشکار ہو چکی ہے کہ انگریزی سے واقفیت کی بنا پر مسلم قارئین اب کسی غیر مستند ترجمۂ قرآن سے گمراہ نہیں ہو سکتے۔

☆ انگریزی تراجم قرآن کے باب میں مسلم اہل قلم کی سرگرمی اور برطانیہ کا استعمار بشمول مغرب کی ثقافتی یلغار دونوں کا دور ایک ہی ہے۔ لہٰذا یہ امر حیرت انگیز نہیں کہ بعض مسلم مترجمین کے ہاں معذرت خواہانہ طرز فکر نمایاں ہے۔ وہ مغربی تعلیم اور تہذیب سے اس حد تک مرعوب اور اپنے علمی اور ثقافتی ورثے سے ایسے ناواقف ہیں کہ وہ مغربی فکر پر آمنّا وصدقنا کہتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ انھیں صریح اور قطعی قرآنی احکام کی غلط تاویل تک میں کوئی باک نہیں بالخصوص معجزات، جنت اور دوزخ اور صنفی معاملات میں تجدد زدہ تاویل اور تعبیر ان کی تصانیف میں در آئی ہیں۔ اس معذرت خواہانہ اور نام نہاد عقلیت پسندی کے نمائندہ مسلم مترجمین عبداللہ یوسف علی، ہاشم امیر علی، احمد علی اور ایم.اے.کے. پٹھان ہیں۔

☆ قادیانیت کا فتنہ برصغیر میں پروان چڑھا لہٰذا یہ حقیقت کچھ ایسی عجب نہیں کہ سب ہی قادیانی تراجمِ قرآن برصغیر کے اہل قلم کے ہیں، گو ان کی اشاعت دنیا میں وسیع پیمانے پر ہوئی اور ہنوز جاری ہے۔ بلکہ ۱۹۵۰ء کے بعد ان کا مقام اشاعت مغربی ممالک ہی ہیں۔ اس میدان میں قادیانیوں کی غیر معمولی فعالیت کی ایک نمایاں مثال حکیم

نورالدین کے انگریزی ترجمۂ قرآن کی حالیہ اشاعت (۲۰۰۷ء) ہے۔حکیم نور الدین کی وفات ۱۹۱۴ء میں ہوئی گویا آج سے تقریباً سو سال قبل۔ ان کی زندگی میں ان کا اردو یا انگریزی ترجمۂ قرآن منظرِ عام پرنہیں آیا۔اب سو سال بعد بھی ان کے متعلقین نے ان کی تفسیری یادداشتوں کو مرتب کر کے اور انہیں انگریزی قالب میں ڈھال کر یہ ترجمہ شائع کیا ہے۔

اپنے تراجم میں قادیانی مترجمین عقائد اسلامی کی غلط تعبیر اور بے بنیاد تشریح کرتے ہیں تاکہ قارئین کو امورِ غیب، معجزات، اللہ تبارک وتعالیٰ کی تخلیقی قوت اور نظامِ رسالت کے بارے میں شک وشبہہ میں مبتلا کیا جائے۔عیسیٰؑ کے مصلوب ہونے، ان کے کشمیر ہجرت کرنے اور وہاں وفات پانے اور مدفون ہونے اور حضورؐ مقبول کے خاتم النبیین نہ ہونے کے بارے میں ان کے بیانات محض کذب وافتراء ہیں کہ یہ مرزا غلام احمد جیسے دروغ گو اور بدکردار شخص کو مسیح موعود کے روپ میں پیش کرنے کی جسارت کرتے ہیں۔ مسلمانوں میں صحیح عقائد کی ترویج اور مغربی ممالک میں اسلام کی تبلیغ واشاعت کے بہتر نظم کا یہ انتہائی خوشگوار پہلو ہے کہ جعلی اسلام کے علمبردار یہ قادیانی تراجم اب مسلمانوں کو گمراہ نہیں کر پاتے کہ ان کے کذب وافتراء کا پردہ چاک ہو چکا ہے۔

☆ مسلکی اور گروہی اختلافات برصغیر کی اسلامی تاریخ کی ایک تکلیف دہ لیکن ناقابل تردید حقیقت ہیں۔اس کے سائے تراجم قرآن کی علمی روایت پر بھی پڑے نظر آتے ہیں۔شیعہ اور بریلوی مسالک کے ترجمان تراجم اپنے اپنے حلقوں میں مقبول ہیں۔حال میں ان میں اضافہ اہل حدیث اور سلفی مسلک کا بھی ہوا ہے۔سعودی عرب اور برطانیہ سے اس مسلک کے نمائندے انگریزی تراجم گزشتہ عشرے میں منظر عام پر آئے ہیں۔

☆ احادیث میں تفسیر بالرائے کے بارے میں شدید وعیدیں ہیں۔ درحقیقت یہ گستاخی اور نافرمانی کی انتہا ہے کہ دیدہ دانستہ کوئی شخص اپنے مزعومات کو کلام اللہ کے طور پر پیش کرے اس کے باوجود یہ امر واقعہ ہے کہ بعض مترجمین کو اس میں کوئی باک نہیں کہ وہ اپنے ترجمے اور تفسیر کے نام پر رطب ویابس اور اسلامی عقائد سے متصادم خیالات قلم بند

کریں۔ مثلاً ایم۔اے۔کے۔ پٹھان کے ترجمۂ قرآن میں حدیث وسنت، صحابۂ کرام، اور فقہائے عظام کے خلاف ہفوات درج ہیں۔ ایسی ہی ایک اور شنیع مثال مصری نژاد راشد خلیفہ کی ہے جن کے انگریزی ترجمۂ قرآن (۱۹۷۸ء) میں بددینی بلکہ ارتداد موجود ہے کہ ان کے مطابق مصحف قرآنی میں حذف اور اضافے ہیں[۴۷]۔ اسی قبیل کی، گو بہت ہلکے درجے کی مثال محمود الحسن اور شبیر احمد عثمانی کے اردو ترجمے وتفسیر کے انگریزی مترجم اشفاق حسین کی ہے۔ ان دونوں بزرگوں کا انتقال بالترتیب ۱۹۲۰ء اور ۱۹۴۹ء میں ہوا جب کہ اشفاق حسین کے انگریزی ترجمے (شائع ۱۹۹۱ء) میں ۱۹۹۰ء کے عشرے کے سیاسی قائدین پر لعنت ملامت ہے۔ تفسیر قرآن میں پست سیاست کو موضوع بحث بنانا اور مرحوم مؤلفین کی تصنیف میں اپنی ذاتی آراء کو بالجبر داخل کرنا مذموم فعل ہے۔ بعض شیعہ مترجمین قرآن کے ہاں ذاتی آراء کا اظہار موجودہ سعودی حکمرانوں پر تبری سے ہوا ہے۔ ان سیاسی شخصیتوں کا دفاع ہرگز مقصود نہیں، اصولی بات یہ ہے کہ تفسیر قرآن کے ذیل میں وقتی سیاست یا نظریاتی یا مسلکی انتقام کا کوئی مقام نہیں۔ اس نوع کے بیانات ناواقف قارئین کے حق میں صریح ظلم اور فریب ہیں۔

☆ برصغیر کے مسلکی اور گروہی اختلافات کے نتیجے میں ایک عجیب اور غریب رجحان ترجمہ در ترجمہ کا پروان چڑھا ہے۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ احمد رضا خاں بریلوی، محمود الحسن اور شبیر احمد عثمانی، سید ابوالاعلیٰ مودودی، ابوالکلام آزاد، مفتی محمد شفیع، امین احسن اصلاحی وغیرہ نے اپنے دور کی دینی ضروریات اور اپنے مخاطب قارئین کی ذہنی اور فکری سطح کو مدنظر رکھتے ہوئے ترجمہ اور تفسیر قرآن کی سعادت حاصل کی اور یہ اہل قلم اپنے اپنے اہداف کے حصول میں کامیاب بھی رہے۔ مغربی ممالک میں برصغیر کے مسلمانوں کی معاشی ہجرت، ان کا وہاں مستقلاً قیام اور ان کی نئی نسلوں کا وہاں کے شہری کے طور پر پروان چڑھنا ایک بالکل مختلف عمرانیاتی، سیاسی اور معاشرتی تجربہ ہے۔ جس سیاق وسباق میں مذکورہ اہل قلم نے اپنی تفاسیر تحریر کی تھیں ان کا اطلاق مغربی ممالک اور ان کے آج کے شہریوں پر کسی طرح چسپاں نہیں ہوتا۔ لیکن مسلکی عقیدت کے زیر اثر ماضی قریب کے ان

اہل قلم کی تفاسیر کا مغرب میں ان انگریزی ترجمے اس توقع کے ساتھ شائع کئے جارہے ہیں کہ یہ نوجوان نسلوں کے لئے اکسیر ثابت ہوں گے۔ یہ توقع خام خیالی پر مبنی ہے کیونکہ حالات اور ظروف میں زمین آسمان کا فرق واقع ہوچکا ہے۔ ان اہل قلم کے مخاطب آج سے ۵۰ سال قبل کے قارئین اور آج کے مغرب میں پیدا اور پلے بڑھے مسلم نوجوانوں کی علمی اور ذہنی سطح میں کوئی قدرِ مشترک یا مناسبت نہیں۔ ان مصنفین کو درپیش سب سے بڑا مسئلہ مغربی تعلیم اور تہذیب کے نفوذ اور یلغار کا تھا۔ اپنے عہد کی رعایت سے انھوں نے دفاعی حکمتِ عملی پیش کی اور مغرب سے گریز کا نسخہ پیش کیا لیکن عین مغرب کے قلب میں مقیم لاکھوں مسلم نوجوانوں کے لئے یہ ہدایت بے معنی بلکہ تلخ مذاق ہے۔ آج کے مسلم قارئین کو جو مسائل درپیش ہیں ان کی پیش بینی پر یہ اہل قلم قادر نہ تھے اور اس میں ان کا کوئی قصور بھی نہیں کہ اپنے دور کا عبقری بھی زمان ومکاں کا اسیر ہوتا ہے۔ آج ضرورت اس کی ہے کہ ابدی ہدایت الٰہی کی روشنی میں ان سلگتے ہوئے سوالوں کا جواب دیا جائے کہ وہ کثیر الثقافتی اور کثیر المذہبی معاشرے میں، غیر مسلم ریاست میں بطور آزاد اور برابر کے شہری کے غیر اسلامی معاشرے میں بطور اقلیت کے، غیر اسلامی طرز زندگی میں بحیثیت مسلمان اپنا اسلامی تشخص کیسے برقرار رکھیں اور اسلامی شعائر اور اقدار پر عمل پیرا کیسے ہوں؟

انگریزی تراجم قرآن کی تعداد بلاشبہ خاصی ہے اس کے قارئین کا حلقہ بہت وسیع ہے جس میں حق کے متلاشی غیر مسلم حضرات بھی شامل ہیں لیکن مختلف اسباب اور عوامل کے باعث بدقسمتی سے کوئی ایسا معیاری، جامع اور موثر ترجمہ وتفسیر قرآن انگریزی میں اب بھی موجود نہیں جس کی سفارش اعتماد کے ساتھ کی جائے۔ بعض تراجم یقیناً کچھ امتیازی خصوصیات کے حامل ہیں لیکن بحیثیت مجموعی ہنوز ضرورت ایک معیاری انگریزی ترجمۂ قرآن کی ہے جس میں کم از کم درج ذیل خصوصیات لازمی طور پر ہوں تاکہ کلام الٰہی کی معنویت عربی سے نابلد انگریزی داں قارئین پر کسی حد تک روشن ہو: قابل فہم، صحیح، سلیس اور شستہ انگریزی زبان میں ترجمہ اور تفسیری حواشی ہوں تاکہ قارئین کو مفاہیم قرآن کے ادراک میں کوئی وحشت یا زحمت نہ ہو۔

۱۔ ترجمۂ قرآن مطلق لفظی نہ ہو کہ اس سے مفہوم کی ترسیل میں رکاوٹ ہوتی ہے اور نامانوس، اجنبی دروبست اور ساخت کے جملوں سے قارئین کو غیر ضروری الجھن اور دشواری پیش آتی ہے۔ اسی طرح ترجمے میں بے قید آزادی یا دیدہ دلیری کی بھی گنجائش نہیں۔ ترجمہ حتی الامکان اصل متن کے مطابق ہوتا کہ کلام اللہ میں کسی آمیزش کا شائبہ بھی نہ ہو۔ ترجمے کی عبارت میں روانی اور تسلسل کے لئے معمولی اضافے یقیناً جائز ہیں لیکن اس کی آڑ میں متن سے غیر متعلق اور ذاتی آراء کومتن کے ترجمے کے طور پر پیش کرنا تحریف کے مرادف ہے جو کسی مسلمان کے لئے ناقابلِ قبول تصور گناہ اور جرم ہے۔ غرضیکہ ترجمے میں متن سے مطابقت اور اس کے مفہوم کی پابندی از حد ضروری ہے۔

۲۔ ہر سورہ کے ترجمے سے قبل اس کے موضوعات اور اس کے نزول کے تاریخی پس منظر کا تعارف، اس سے مقصود اسباق اور احکام کی تذکیر ترجمۂ قرآن کی بہتر تفہیم کے لئے معاون ثابت ہوں گے۔ سورہ میں مذکور تاریخی اشخاص، مقامات، واقعات اور تلمیحات کے بارے میں مختصر تفسیری حواشی کا اہتمام ہو۔ البتہ اس باب میں طوالت سے اجتناب بھی ضروری ہے کہ قرآن مجید کا اصل مقصود انذار اور تبشیر اور ہدایت ہے۔ تاریخ، جغرافیہ اور اس کے متعلقات اس کا موضوع نہیں ہیں۔ سورہ اور آیات کی وضاحت کا محور سیرۃ طیبہ ہو تا کہ حیات مبارک، صحابۂ کرام اور ابتدائی تاریخ اسلام کے زرّیں نقوش قارئین کے دل و دماغ پر ثبت ہوں۔ اسبابِ نزول کے بارے میں بھی اعتدال اور توازن درکار ہے۔ اس پر بے جا اصرار معاذ اللہ قرآن مجید کے آفاقی پیغام کو اس وقت حالات کے تابع کرنے اور محدود کرنے کے مرادف ہے۔

۳۔ قرآن مجید میں مستعمل اصطلاحات اور بنیادی تصورات کی وضاحت فرہنگ میں بطور ضمیمہ ہو تا کہ ترجمے کے مطالعے سے قبل، مطالعے کے دوران اور بعد میں اس سے رجوع کیا جائے۔ اس ضمن میں بھی اختصار مستحسن ہے کہ غیر ضروری تفصیلات سے قارئین میں انتشار ذہنی ہوتا ہے۔ ان موضوعات کے سیر حاصل مطالعے کے لئے مستند اور معیاری کتب اور تفاسیر کا حوالہ دیا جائے تا کہ تفصیلات کے شائق قارئین حسب ضرورت ان سے

استفادہ کریں۔

۴۔ قرآن مجید میں مذکور احکام کی تشریح اور توضیح تفسیری حواشی کا یقیناً جزو ہونا چاہیئے، البتہ اس بارے میں فقہی اختلافات اور احکام کی تمام ممکنہ صورتوں کی تفصیل سے گریز بہتر ہے۔ کسی ایک فقہی مسلک پر اصرار قارئین میں اختلاف اور افتراق کا باعث ہوتا ہے۔ مزید برآں ایسا ترجمہ دیگر فقہی مسالک پر کاربند قارئین کے لئے ناقابل قبول ہوتا ہے۔ لہٰذا مناسب یہی ہے کہ فقہ اور احکام پر مختلف مسالک کی نمائندہ کتب کا حوالہ فراہم کیا جائے تاکہ حسب ضرورت قارئین ان کا مطالعہ کریں۔ معیاری ترجمۂ قرآن کسی ایک فقہی مسلک سے مخصوص نہیں ہونا چاہیئے۔

۵۔ حتی الامکان تفسیری حواشی میں تمام متعلقہ قرآنی آیات کا تذکرہ ہو کیونکہ قرآن مجید اپنی تفسیر خود بہترین انداز میں کرتا ہے۔ جو نکتہ ایک آیت میں اجمالی طور پر ہے اس کی وضاحت دوسری آیت میں ملتی ہے۔ اسی کا اطلاق احادیث پر بھی ہے۔ حضور اکرمؐ کی بعثت کا مقصد کلام الٰہی کی توضیح و تشریح تھا جسے آپؐ نے قولاً و فعلاً احسن طریقے پر انجام دیا۔ تفسیر بالماثور کی افضلیت سے یہ مراد نہیں کہ مترجم آج کے معاملات، مسائل اور حالات سے اعراض برتے۔ اس کا فرض ہے کہ ہدایت الٰہی کی روشنی میں آج کے مسائل پر بحث کرے البتہ اس کا مقصود اس ضمن میں قرآنی تعلیمات کو اجاگر کرنا ہونا چاہیئے۔ اپنی ذاتی آراء یا اپنے گروہی، مسلکی اور فکری آراء پر اصرار قارئین کے درمیان انتشار اور افتراق پر منتج ہوگا۔ اصل مقصد قرآن مجید کے ابدی پیغام کو آج کے حالات پر منطبق کرنا ہے۔

۶۔ یہ امر ملحوظ خاطر ہونا چاہیئے کہ انگریزی ترجمۂ قرآن کے مخاطب عربی سے نابلد انگریزی داں ہیں جو کم و بیش ایک خاص علمی، ذہنی سطح کے ہیں۔ لہٰذا ترجمے میں زبان اور بیان، محاورے اور اصطلاحات ان قارئین کے معیار کے مطابق ہوں۔ عربی اصطلاحات کا کثرت سے استعمال یا ان کو بجنسہٖ برقرار رکھنے سے قارئین کی رہنمائی ممکن نہیں، کسی بھی تصنیف کی کامیابی کی ضامن یہی معیار ہے کہ وہ قارئین کی ذہنی سطح سے ہم آہنگ ہو۔ اس کا اطلاق انگریزی ترجمۂ قرآن پر بھی ہوتا ہے۔ انگریزی داں قارئین ترجمۂ قرآن کے خواہ

کتنے ہی شائق ہوں، اگر وہ ترجمہ انگریزی زبان کی اغلاط سے پُر ہو تو وہ قارئین کے لئے ناقابل اعتنا ہوگا۔

غرضیکہ مذکورہ بالا خصوصیات کے حامل انگریزی ترجمۂ قرآن کی اشد ضرورت ہے۔ توقع ہے اور دعا بھی ہے کہ یہ اہم خلا جلد از جلد پُر ہو۔

حواشی ومراجع

۱۔ S.M. Zwemer, "Translations of the Koran", *Muslim World* 5 (1915), p. 247.

۲۔ ایضاً ص۔ ۲۴۷

۳۔ Abdur Raheem Kidwai, *Bibliography of the Translation of the Meanings of the Glorious Quran into English : 1649 - 2002 - A Critical Study,* Madina, King Fahd Quran Printing Complex, 2007, pp. 348-350

ذیل میں دیگر حوالوں میں یہ ماخذ بطور مخفف *Bibliography* درج ہے۔

۴۔ ایضاً ص۔ ۳۵۱

۵۔ S.M. Zwemer, Op. Cit., p. 250.

۶۔ ایضاً ص۔ ۲۵۰

۷۔ Ghulam Sarwar, "A Review of the Previous Translations of the Quran" in his Translation of the Quran, Karachi, Pakistan, National Book Foundation, 1973, pp. VII - XXVII

۸۔ A.R. Nykl, "Notes on Palmer's *The Quran*", *Journal of the American Oriental Society,* 56 (1936), pp. 77-84.

۹۔ A. Guillaume, "Review on the *Koran Interpreted,* *Muslim World* 47 (1957), p. 248.

۱۰۔ Bibiliography،ص ص۔۱۶۳-۱۸۱

۱۱۔ A.R. Kidwai, "Arberry's *The Koran Interpreted",* *Hamdard Islamicus* 10:3 (1988), 71-75.

۱۲۔ اس نوع کی چند نمائندہ تصانیف یہ ہیں:

☆ H. Prideaux, *The True Nature of Imposture fully Displayed in the Life of Mahomet,* (1723).

☆ A. Sprenger, *The Life of Mohammad from Original Sources* (1851).

☆ R.B. Smith, *Muhammed and Muhammedanism* (1874).

☆William Muir, *The Coran : Its Composition and Teachings* (1877)

☆ William Muir, *The Life of Mahomet* (1894).

☆ A. Geiger, *Was Hat Mohammaed Aus dem Judentume Aufgenommen?* (1902)

☆ H. Hirschfeld, *New Researches into the Composition of the Quran* (1902)

☆ D.B MacDonald, The Religious Attitude and Life in Islam (1909)

☆ W.H.T. Gairdner, *Inspiration - A Dialogue* (1909)

☆ D.B. MacDonald, *The Aspects of Islam* (1911)

☆ D.S. Margoliouth, *Mohammedanism* (1911)

☆ S.M. Zwemer, "The Character of Muhammad", *Muslim World* 1:4 (1911), pp. 253-255.

☆ A. Mingana, *Leaves from three ancient Qurans* (1914).

☆ G.M. Drycott, *Mahomet - The Founder of Islam* (1915).

☆ C.S. Hurgronje, *Mohammedanism* (1916).

☆ I. Goldziher, *Mohammad and Islam* (1917).

☆ T.H. Weir, "Was Mohammed Sincere?", *Muslim World* 8:4 (1918), pp. 352-358.

☆ Richard Bell, *The Origin of Islam in its Christian Environment* (1926).

☆ H. Lammens, *Islam - Beliefs and Institutions* (1929).

☆ E. Sell, *Inspiration* (1930)

☆ A. Jeffery, *The Foreign Vocabulary of the Quran* (1938).

☆ D.S. Margoliouth, *Mohammed* (1939).

۱۳۔ S.M. Zwemer, "Review on Abul Fadl's English Translation of the Quran", *Muslim World,* 2 (1912), pp. 82-83.

۱۴۔ *Bibiliography*، ص ۱۸۲۔

۱۵۔ Maryam Jameelah, *Why I Embraced Islam,* Delhi, Crescent Publishing Co., 1983, p. 3.

۱۶۔ M.A.M., "Review on Daryabadi's English Translation of the Quran", *Islamic Culture* 18 : 1 (1944), pp. 103-104.

۱۷۔ *Bibiliography*، ص۔ ۴۴۶

۱۸۔ *Bibiliography*، ص۔ ۲۳۸

تبصرہ:

W.A. Bijelfeld, "A Review on the Quran", *Muslim World,* (1975), pp. 292-293.

۱۹۔ *Bibiliography*، ص۔ ۳۵۴

۲۰۔ *Bibiliography*، ص ص۔ ۲۴۱-۲۴۲

تبصرے:

Al-Quran, *American Journal of Islamic Social Sciences* 2:2 (Dec.1985), 233-244.

S.H.H.Nadvi, "Review", *Muslim World Book Review* 10:1 (1989), pp. 3-6.

۲۱۔ *Bibiliography*، ص۔ ۱۹۷

۲۲۔ ایضاً، ص۔ ۱۹۷

تبصرے:

S.M. Zwemer, "The Holy Quran Translation and Commentary", *Muslim World* 25:3 (1935) pp.

415-416.

M.M. Pickthall, "Mr. Yusuf Ali's Translation", *Islamic Culture,* (1935), pp. 519-520.

A.R.Kidwai, "Abdullah Yusuf Ali's views on the Quranic Eschatology", *Muslim World League Journal* 12:5 (1985), pp. 14-17.

A Discussion on the Errors of Yusuf Ali, By Majlisul Ulema of South Africa, Transval, n.d.

Q. Arafat, *Incorrect Equivalents chosen by Yusuf Ali in his Translation,* Leicester, U.K., 1991.

S.A.H. Rizvi, "Some Errors in Abdullah Yusuf Ali's English Translation", *Muslim and Arab Perspectives,* New Delhi 1:1 (1993), pp. 4-19.

۲۳۔ A.R. Kidwai, "Review on Abdullah Yusuf Ali's Revised Translation", *Muslim World Book Review* 12:2 (1992), pp. 18-23.

۲۴۔ *Bibiliography*، ص۔ ۸۴

تبصرہ:

W.A.Bijelfeld, "Review on the *Message of the Quran* by Hashim Amir Ali", *Muslim World* 65 (1975), pp. 293-294.

۲۵۔ *Bibiliography*، ص ص۔ ۷۷-۸۳

تبصرے:

Abdullah Abbas Nadvi, *"Review on al-Quran : A Contemporary Translation, Islamic Culture,* 63:1-2 (1989) pp. 159-163.

A.R.Kidwai, "Review on Ahmed Ali's Translation", *Muslim World Book Review* 9:3 (1989), pp. 13-16.

۲۶۔ *Bibiliography*، ص ص۔ ۱۳۹-۱۴۰

تبصرہ:

A.R.Kidwai, "Review on English Translation from Kanzal Iman by Shah Faridul Haque, *Muslim World Book Review* 17:2 (1997), pp. 9-10.

۲۷۔ *Bibiliography*، ص ص۔ ۱۳۶-۱۳۸

تبصرہ:

A.R.Kidwai, "Review on the *Holy Quran"*, Translated by Abdul Majeed Auolakh, *Muslim World Book Review* 24:2 (2004), pp. 26-28.

۲۸۔ *Bibiliography*، ص۔ ۱۰۰

تبصرہ:

A.R.Kidwai, "Review", *Muslim World Book Review,* 13:2 (1993), pp. 7-8.

۲۹۔ *Bibiliography*، ص ص۔ ۴۲۸-۴۳۵

۳۰۔ خلیل الرحمٰن سجاد ندوی، ''ایک انگریزی ترجمہ قرآن''، الفرقان، لکھنؤ، اکتوبر ۱۹۸۶ء، ص ص۔ ۳۳-۴۰

۳۱۔ *Bibiliography*، ص ص۔ ۲۲۶-۲۲۸

۳۲۔ A.R.Kidwai, "Muhammad Abdul Hakim Khan's English Translation : The First Qadyani Translation", (Forthcoming Article).

۳۳۔ *Bibiliography*، ص ص۔ ۸۷-۹۳

۳۴۔ ایضاً، ص ص۔ ۱۰۶-۱۱۳

تبصرے:

Kenneth Cragg, "The Holy Quran, English Translation by Sher Ali, *Muslim World* 47:4 (1957), pp. 341-342.

A.R.Kidwai, "Review on Sher Ali's Revised Translation", *Muslim World Book Review* 20:1 (1999), pp. 15-18.

۳۵۔ *Bibiliography*، ص۔ ۱۰۶

۳۶۔ دیکھئے حوالہ ۳۴

۳۷۔ *Bibiliography*، ص ص۔ ۱-۴

۳۸۔ ایضاً، ص۔ ۱

۳۹۔ ایضاً، ص ص۔ ۱۹۳-۱۹۶

تبصرہ:

A.R.Kidwai, "Review on Malik Ghulam Farid's Translation of the Quran", *Muslim World Book Review* 25:3 (2005), pp. 18-23.

پکتھال کے نظر ثانی شدہ ایڈیشن از عرفات العاشی پر راقم کا تبصرہ۔

Kidwai, A.R., Review on the Revised Version of Pickthall's Translation in Modern English" in The Muslim World Book Review, 18:1 (Autumn 1997), pp. 14-17.

۴۶۔ محمد اسد کی سوانح عمری کے لئے دیکھئے:

Nawwab, Ismail Ibrahim, "A Matter of Love : اور Mohammad Asad and Islam"

Hofmann, Murad, "Asad : Europe's Gift to Islam", in Islamic Studies, Islamabad, Pakistan, 39:2 (Summer 2000), pp. 155 - 247.

اس کے ترجمۂ قرآن پر چند اہم تبصرے:

Cragg, Kenneth, "Review on the message of the Quran", Middle East Journal 35:1 (1981) pp. 88-89.

Malik, Arfaque, "Review on the Message of the Quran,", Muslim World Book Review 1:1 (1980), pp. 5-7.

Nadvi, A.A., "Review on the Message of the Quran", Arabia, (Feb. 1981), pp. 80-81.

Kidwai, A.R., Bibliography, pp. 131-133.

تبصرہ:

A.R.Kidwai, *"Review on the Meaning of the Quran" Muslim World Book Review* 18:3 (1998), pp. 12-18.

۴۷۔ *Bibiliography*، ص ص۔ ۲۱۹-۲۲۵

تبصرے:

Anis Ahmad, "The Miracle of the Quran at the Mercy of Charlatans", *Ittehad* 15:2 (1978), pp. 45-62.

Bilal Philips, *"The Quran Numerical Miracle : Hoax and Heresy"*, Riyadh, Al-Furqan Publications, 1987.

S.M. Darsh, "Review", *Muslim World Book Review* 10:3 (1990), pp. 22-23

A.V. Denffer, "Review on *The Quran : Final Scripture* by Rashad Khalifa, *Muslim World Book Review* 2:4 (1982), pp. 3-5.

ضمیمہ اوّل

برّصغیر کے تراجمِ قرآن (زمانی ترتیب کے لحاظ سے)

نمبر شمار مترجم کا نام	ترجمہ کا عنوان	ناشر، مقامِ اشاعت اور سنِ اشاعت
۱۔ عبدالحکیم خاں	The Holy Quran	عزیزی پریس، کرنال، 1905
۲۔ ابوالفضل	The Quran	جی.اے. اصغر اینڈ کمپنی، الہ آباد، 12-1911
۳۔ حیرت دہلوی	The Koran	ایچ.ایم. پریس، دہلی، 1916
۴۔ محمد علی	The Holy Quran	اسلامک ریویو ووکنگ، انگلستان، 1917
۵۔ غلام سرور	The Holy Quran	سنگاپور، 1920
۶۔ عبداللہ یوسف علی	The Holy Quran	شیخ محمد اشرف، لاہور، 37-1934
۷۔ شیر علی	The Holy Quran	صدر انجمن احمدیہ، قادیان، 1947
۸۔ عبدالماجد دریابادی	The Holy Quran	تاج کمپنی، لاہور، 1957
۹۔ مرزا بشیر الدین محمود احمد	The Holy Quran	صدر انجمن احمدیہ، قادیان،

1947-1963

۱۰۔سجادی وفا خانی میر احمد علی The Holy Quran ایم.خلیل شیرازی، پاکستان، 1964
with English Translation and commentary of the Ahlul Bayt.

۱۱۔خادم رحمٰن نوری The Running commentary of The Holy Quran
صوفی ہمسایہ گرودوار، شیلانگ، 1964

۱۲۔عبدالرحمٰن طارق اور The Holy Quran سراج الدین، لاہور، 1966
ضیاء الدین احمد گیلانی

۱۳۔ایم.ایچ.شاکر The Quran حبیب بینک، کراچی، 1968

۱۴۔ملک غلام فرید The Holy Quran اورینٹل اینڈ ریلیجیس پبلی کیشنز، ربوہ، پاکستان، 1969

۱۵۔سید عبداللطیف Al-Quran اکیڈمی آف اسلامک اسٹڈیز، حیدرآباد، دکن، 1969

۱۶۔محمد ظفر اللہ خاں The Quran کرزن پریس، لندن، 1971

۱۷۔پیر صلاح الدین The Wonderful Koran رفتارِ زمانہ پبلی کیشنز، امین آباد، پنجاب، 1971

۱۸۔ہاشم امیر علی The Message of Quran presented in perspective
چارلس ای ٹٹل، رٹ لینڈ، ورجینیا، امریکہ، 1974

۱۹۔احمد علی Al-Quran:A Contemporary Translation
پرنسٹن یونیورسٹی پریس، پرنسٹن، امریکہ، 1984

۲۰۔احمد رضا خاں بریلوی The Holy Quran:An English Translation from Kanzal Iman دارالعلوم امجدیہ، کراچی، 1988

۲۱۔سید ابوالاعلیٰ مودودی The Meaning of Quran اسلامک پبلی کیشنز، لاہور،

1967-1988

۲۲۔محمود الحسن اور شبیر احمد عثمانی The Noble Quran : Tafseer-e-Usmani العالمین پبلی کیشنز، لاہور، 1993

۲۳۔ایم.اے.کے پٹھان The Meaning of Quran کریسنٹ پبلی کیشنز، پونا، 1993

۲۴۔عبدالمجید اولاکھ The Holy Quran: Based on Kanzull Iman اویس کمپنی، لاہور، 1996

۲۵۔حکیم نور الدین The Holy Quran نور فاؤنڈیشن، ہاکی سن، امریکہ، 2005

ضمیمہ دوم

برصغیر کے انگریزی تراجم (مسلکی/گروہی اعتبار سے)

نمبر شمار	مسلک/گروہ/مکتبۂ فکر نمائندہ مترجمین	سن اشاعت	اڈیشنوں کی تعداد
۱۔	اہل سنت والجماعت		
	۱) عبدالماجد دریابادی	1957	6
	۲) عبدالرحمٰن طارق اور ضیاء الدین احمد گیلانی	1966	1
	۳) سید ابوالاعلیٰ مودودی	1967-88	1
	۴) محمود الحسن اور شبیر احمد عثمانی	1991	3
۲۔	تجدد زدہ اور معذرت خواہانہ		
	۱) عبداللہ یوسف علی	1934-37	200سے زائد
	۲) ہاشم امیر علی	1974	1
	۳) احمد علی	1984	12
۳۔	شیعہ		
	۱) سجادی وفا خانی میر احمد علی	1964	10
	۲) ایم.ایچ.شاکر	1968	43

۴۔ بریلوی

۱)احمد رضا خاں بریلوی	1988	2
۲)عبدالمجید اولاکھ	1996	2

۵۔ قادیانی

۱)عبدالحکیم خاں	1905	2
۲)محمد علی	1917	23
۳)شیر علی	1947	13
۴)مرزا بشیر الدین محمود احمد	1947-63	4
۵)ملک غلام فرید	1969	3
۶)ظفر اللہ خاں	1971	9
۷)حکیم نور الدین	2005	1

۶۔ مجہول/غیر متعین/مشکوک نظریات کے حامل

۱)ابوالفضل	1911-12	3
۲)حیرت دہلوی	1916	2
۳)غلام سرور	1920	10
۴)خادم رحمٰن نوری	1964	1
۵)سید عبداللطیف	1969	1
۶)پیر صلاح الدین	1971	1
۷)ایم.اے.کے. پٹھان	1993	1

☆☆☆

خاندان کی اصلاح اور اس کا استحکام
(سورہ التحریم کی روشنی میں)

صفدر سلطان اصلاحی

سورہ التحریم (نمبر ٦٦) مدنی سورہ ہے۔ یہ ۷ھ یا ۸ھ میں نازل ہوئی۔ اس سے پہلے سورہ الطلاق میں یہ بتایا گیا ہے کہ نفرت اور عداوت کے ماحول میں حدودِ الٰہی کا احترام اور ان کا پاس ولحاظ کس طرح کیا جائے۔ اس کے بعد اس سورہ میں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ محبت اور الفت کی فضا میں حدود اللہ کی محافظت کس طرح کی جائے۔ گویا دونوں سورتوں کے مجموعی مطالعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نفرت اور محبت جیسی دو بالکل متضاد صورت حال میں دین حنیف کی ہدایات اور تعلیمات کیا ہیں؟ اور مومن مرد وعورت کے لیے ان پر عمل آوری اور ان کی پابندی کس قدر لازم ہے؟

اس سورہ میں معاشرت سے متعلق بعض بنیادی نوعیت کی ہدایات دی گئی ہیں۔ یہاں یہ وضاحت بھی مناسب معلوم ہوتی ہے کہ قرآن مجید میں خاندان اور معاشرہ کی اصلاح سے متعلق جن سورتوں میں قدرے تفصیل سے احکام بیان ہوئے ہیں ان میں سورہ التحریم کے علاوہ سورہ البقرۃ، سورہ النساء، سورہ النور، سورہ الاحزاب اور سورہ الطلاق خاص طور سے قابلِ ذکر ہیں۔ اس سورہ کا امتیاز یہ ہے کہ یہ اپنی نوعیت کی آخری سورہ ہے۔ مذکورہ تمام سورتوں پر گہری نظر ڈالنے سے اُس اہتمام کا اندازہ ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے معاشرتی احکام کے بیان کرنے میں اپنی کتاب میں کیا ہے۔ یعنی اس کی ابتداء، وسط اور انتہاء، الغرض ہر حصے میں ایسی سورتیں شامل کردی ہیں جو مردوں اور عورتوں کو ان کے حقوق اور فرائض یاد دلاتی ہیں۔